عضوتناسل کے مصارف

صرف بالغان کے لئے

جو سادہ اور شریف لوگ اب تک عضوتناسل کا واحد مصرف نسل انسانی کی بقا اور تسلسل ہی جانتے اور مانتے ہیں اس مضمون کی وساطت سے ہم انکی معلومات کی درستگی کرتے ہوئے بڑا فخر محسوس کر رہے ہیں۔ فخر اس لئے کہ ہم جیسے کم علم اور جاہل کو اس کامیاب کوشش کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عالمانہ سے احساسات مسرور کیئے دے رہے ہیں یہ مجھ ناچیز کی خوش بختی ہے کہ ہم بھی کسی کے علم میں اضافے کا باعث ہوئے۔ چنانچہ ہم قارئین کے علم میں لاتے ہوئے انہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مردانہ شرمگاہ کے بارے میں آج تک کا آپ کا مشاہدہ، تجربہ اور علم ناقص، ادھورا اور غیر مکمل ہے اور عضوتناسل کے استعمال کے دریافت شدہ میدان اس کے علاوہ بھی کئی ہیں جن کے بارے میں آپ جانتے ہیں گویا ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

ہم آپ کو جو معلومات بہم پہنچانے جا رہے ہیں چونکہ اس سے ناواقف لوگوں کو ابتدائے مضمون میں ہم نے شرافت کا سرٹیفکیٹ دیا ہے اس لئے پڑھنے والوں سے درخواست ہے اس بات کو بنیاد بنا کر راقم السطور کو شرافت کے دائرہ سے ہرگز باہر سمجھنے کی غلطی مت کیجئے کیونکہ اس معصوم پر بھی حال ہی میں اور وہ بھی اتفاقاً عضوتناسل کے متفرق استعمالات منکشف ہوئے ہیں ورنہ راقم بھی دیگر شریف النفس عوام کی طرح عضوتناسل کے صرف ایک یا دو مصارف سے ہی واقف تھا ایک آبادی میں اضافہ اور دوسرا خود لذتی۔ اب ہمیں کہاں معلوم تھا کہ سائنس کے ساتھ ساتھ بنیاد پرست مذہب بھی اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ اس میدان کے شہسواروں نے ہر باب میں نت نئی دریافتیں اور ایجادات کر رکھی ہیں۔ مزید انتظار کروائے بغیر ہم آپ کا تجسس ختم کرتے ہوئے کرامت کے نام پر ایک حیا باختہ واقعہ بطور مثال پیش کرتے ہیں جو ہمارے بالا دعویٰ کا موید ہے۔

علامہ محمد یوسف نبہانی لکھتے ہیں:

اس کرامت کے ساتھ ساتھ الحاج ابراہیم مذکور نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت مجھے سنائی جو آگے ذکر کر رہا ہوں یہ کرامت اسی دن دوپہر کے وقت شیخ کے خادم محمد دبوسی کے ساتھ پیش آئی تھی۔

وہ کرامت یہ ہے کہ میں (ابراہیم مذکور) اس دن حمام میں شیخ کے ساتھ گیا ہمارے ساتھ آپ کا خادم محمد دبوسی طرابلسی بھی تھا۔ رشتہ میں یہ شیخ کی ایک بیوی کا بھائی لگتا تھا۔ حمام میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے شیخ سے ایک عجیب خرق عادت کرامت دیکھی۔ وہ یہ کہ آپ کو اس خادم پر کسی وجہ سے غصہ آ گیا اور ارادہ کیا کہ اسے مناسب تادیب کی جائے شیخ نے اپنے تہبند کے نیچے ہاتھ ڈال کر دونوں ہاتھوں سے اپنا آلہ تناسل پکڑا وہ کافی لمبا ہو گیا حتی کہ کندھوں تک اس کی لمبائی ہو گئی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ پھر اس کے ساتھ اس خادم کو آپ نے مارنا شروع کر دیا اور خادم تکلیف کی وجہ سے چلا رہا تھا۔ آپ نے اسے چند ضربیں لگائیں پھر چھوڑ دیا اور آلہ تناسل دوبارہ اپنی اصل حالت پر آ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ خادم نے ضرور کوئی ایسی حرکت کی ہوگی جس کی وجہ سے آپ نے اس کی تادیب کے لئے ایسا کیا ہے۔ جب الحاج ابراہیم نے شیخ صاحب کی یہ کرامت بیان کی اس وقت شیخ بھی کھڑے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا اس کی بات نہ ماننا اور اس واقعہ کو سچا نہ جاننا۔ ادھر دیکھو یہ کہتے ہوئے آپ نے زبردستی میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے آلہ تناسل کی جگہ پر رکھ دیا۔ مجھے وہاں کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔ حتی کہ اس قدر بھی محسوس نہ ہوا کہ جس سے مرد ہونے کا پتہ چلتا ہو بالکل کچھ بھی نہ تھا۔ اس قسم کی عجیب وغریب خلاف عادت اتنی باتیں آپ سے دیکھنے میں آئیں جن کا شمار مشکل ہے۔ (جامع کرامات اولیاء، جلد دوم، صفحہ 605,604)

اس واقعہ کے راوی کی بے شرمی دیکھئے کہ اس حیا سوز حرکت کی قباحت کم کرنے کے لئے اور جہلاء کی نظروں میں اپنے نام نہاد شیخ کے ننگ اخلاق کو خوشنما بنانے کے لئے اسے کرامت کا مقدس نام دیتا ہے تا کہ اس بے حیائی پر عقیدت کا پردہ ڈالا جا سکے۔ چونکہ یہ پیر فقیر اور ان کے مریدان اپنی عوام کے نبض شناس ہوتے ہیں اس لئے اچھی طرح جانتے ہیں کہ بریلوی عوام کو ہوش خرد سے بیگانہ کرنے کے لئے کرامت کی افیون ہی کافی ہے۔ اس افیون کے نشے سے کوئی باہر آئے تو سوچے کہ یہ کیسی کرامت ہے جس میں عضو تناسل کا انتہائی بے دردانہ استعمال کیا گیا ہے؟ اور یہ کہ کیا عضو تناسل جو کہ تقدس سے عاری ایک غیر مقدس اور محض توالد و تناسل کا آلہ ہے اور کرامت جو کہ بذات خود ایک محترم اور مقدس اصطلاح ہے کی آپس میں کوئی معقول نسبت بھی ہے کہ نہیں؟ اور کیا ان دونوں کا آپس میں زبردستی کوئی تعلق قائم کرنا خود کرامت کی توہین نہیں ہے؟

مرید کے قصور پر اسے سبق سکھانے کے لئے ہزار ہا طریقے موجود تھے لیکن تمام رواج پذیر طریقوں سے یکسر منہ موڑ کر مرید کو سزا دینے کے لئے غیر معروف طریقے کا انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ مرید سے ضرور کوئی غیر اخلاقی اور شرمناک حرکت سرزد ہوئی ہوگی جس کی مناسبت سے پیر نے بھی سزا کے لئے ایک غیر اخلاقی طریقہ اختیار کیا تا کہ خطا اور سزا میں مطابقت پیدا کی جا سکے ویسے بھی جیسی غلطی ہو ویسی ہی سزا بھی ہونی چاہیے تا کہ اصلاح صحیح طریقے سے ہو سکے۔ بہر حال مذکورہ مثال میں تو پیر صاحب نے مردانہ عضو مخصوصہ سے مرید کی مرمت کا کام لیا ہے جس سے یقیناً اس مرید کے ہوش ٹھکانے آ گئے ہوں گے اور جس غلطی پر اسے یہ انوکھی سزا ملی صد فیصد وہ اس غلطی سے تائب ہو گیا ہوگا۔ لیکن عضو تناسل سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ خود عضو تناسل کو اپنے ساتھ ہونے والے اس ظالمانہ سلوک پر کوئی اعتراض نہ ہو کہ ہمارے نزدیک تو یہ عضو تناسل کی توہین اور بے عزتی ہے کہ اس سے اپنے ذاتی انتقام کی آگ بجھانے کا کام لیا جائے۔

اب آیئے دوسرے واقعہ کی طرف جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو تناسل سے مار پٹائی اور تادیبی کاروائی کے علاوہ کوئی مثبت کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ مشہور حدیث کے الفاظ ہیں: **خیر الناس من ینفع الناس** یعنی بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ (الحدیث) شریعت کی اس ترغیب کو پیش نظر رکھتے ہوئے قبر پرستوں کے ایک ''ولی'' لٹن شاہ صاحب نے عضو تناسل سے انسانیت کی خدمت کا عظیم کام لیا ہے جس سے مردانہ عضو کے قدردانوں کی نگاہ میں عضو تناسل کی تکریم میں یقیناً خاطر خواہ اضافہ ہوا ہوگا۔ اس کا احوال مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:
ان میں سے ایک دربار کا نام ''لٹن شاہ'' ہے جس کا ہم ذکر کر چکے، میں جب اس دربار پر پہنچا تو حضرت لٹن شاہ کی قبر سے سیمنٹ کا ایک گولہ نکلا ہوا دیکھا جو دربار سے باہر کئی میٹر تک چلا گیا تھا۔ میں نے گدی نشین سے پوچھا تو وہ کہنے لگا:
''یہی تو حضرت کی کرامت ہے، حضرت لٹن شاہ صاحب دریائے سندھ کے ایک کنارے پر بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے کنارے پر رہنے والے مرید، لٹن شاہ کے پل پر سے چل کر اس کے پاس آ جاتے تھے۔ اسی کی یاد میں یہ سیمنٹ کا گولہ ہے جو حضرت کی قبر سے نکالا گیا ہے۔ (مذہبی و سیاسی باوے، صفحہ 100)

مولانا نے بیان واقعہ میں بہت ہی محتاط انداز اپنایا ہے اور ڈھکے چھپے انداز میں کرامت کو سپرد قلم کرنے کی کوشش کی ہے جس سے تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ اس کا سبب بتاتے ہوئے مولانا امیر حمزہ لکھتے ہیں: اب ہم ''حضرت لٹن شاہ'' کے دربار کی جانب چل دیئے ....اس ہستی کی صفات ہی کچھ ایسی سنی تھیں کہ اسے دیکھے بغیر چارہ نہ تھا۔ بہر حال انہیں دیکھ لیا، سجادہ نشین سے باتیں بھی کر لیں، ہنس ہنس کر ہم سب لوٹ پوٹ بھی ہو گئے۔ مگر اب جو وقت آیا ہے قلم تھامنے کا اور جو دیکھا اور سنا، اسے صفحہ قرطاس پر لکھنے کا....تو اب قلم بار بار دانتوں میں دبا لیتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ لکھوں تو کیسے لکھوں؟ میں فحاشی کو حیا کا لباس کیسے پہناؤں!! بے شرمی کو شرم کا جامہ کیونکر زیب تن کراؤں؟ میں لٹن شاہ کی وہ کرامت آخر کیسے لکھوں کہ جس سے

شرف انسانیت لٹ جائے اور ہندوؤں کے بارے میں میرا وہ جملہ بہت ہلکا ہو جائے کہ جس کا ذکر کرتے ہوئے آج میرا بھائی محمد کہنے لگا:
''آپ جو اپنی تقریروں میں یہ کہتے ہیں کہ ہندو وہ گندا مشرک ہے کہ جو انسان کے مخصوص عضو کو بھی اپنا دیوتا مانے ہوئے ہے مگر یہاں لٹن شاہ کو دیکھو اور ہندوؤں کی پرستش کو بھول جاؤ۔'' (مذہبی و سیاسی باوے، صفحہ 63,62)
امیر حمزہ کی مجبوری تو ظاہر ہے یہ رہی ہوگی کہ انہوں نے عام لوگوں کی اصلاح کے لئے کتاب لکھی ہے اس لئے وہ کھل کر نہیں لکھ سکے لیکن کاتب الحروف کو ایسی کوئی مجبوری لاحق نہیں ویسے بھی آغاز مضمون میں ''صرف بالغان کے لئے'' کی تنبیہ نے ہمیں ہر قسم کی مصلحت و مجبوری سے آزاد کر دیا ہے اس لئے مسئلہ کی تشریح و وضاحت میں بظاہر کوئی امر مانع نہیں لہٰذا عرض ہے کہ لٹن شاہ صاحب دریا کے ایک کنارے پر بیٹھ کر اپنے عضو تناسل کو اتنا دراز کرتے تھے کہ وہ دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ جاتا تھا اور دریا پار کرنے کے خواہشمند انکے مرید حضرات اس ''کرامتی عضو تناسل'' پر سوار ہو کر باآسانی اپنے پیر کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے۔ انکی قبر سے برآمد ہونے والا سیمنٹ کا لمبا ڈنڈا بھی انکے عضو تناسل کی یاد ہی میں تعمیر کیا گیا ہے۔ بازاری زبان میں دوسرے کو لاجواب کرنے کے لئے ''میرے لنڈ پر بیٹھ جا'' کا گالی نما محاورہ تو سنا تھا لیکن اپنے لنڈ پر سوار کر لینے کا یہ انوکھا واقعہ پہلی مرتبہ علم میں آیا ہے جس نے راقم کو حقیقتاً لاجواب کر کے رکھ دیا ہے۔ دستیاب معلومات سے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ موصوف یہ خدمت بلامعاوضہ ادا کرتے تھے یا مریدوں سے اسکا کوئی نذرانہ وغیرہ بھی وصول کرتے تھے۔ بہرحال قرائین اس خدمت انسانی کے بلامعاوضہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ویسے قرائن تو انکے مجرد ہونے کی جانب بھی پرزور اشارہ کرتے ہیں کیونکہ ان کے عضو تناسل کو جھیلنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ پس اس ولی کے کرامتی عضو تناسل کو تو کوئی زنانہ کرامتی شرمگاہ ہی برداشت کر سکتی تھی اور وہ بھی بشرط موجودگی۔
بڑے عضو کے مسائل بھی بڑے ہوتے ہیں چنانچہ عضو تناسل کی غیر ضروری لمبائی کو زحمت اور مصیبت قرار دیتے ہوئے ایک امریکی اداکار اور ٹاک شو کے میزبان جوناح فیلکن کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ساڑھے تیرہ انچ عضو تناسل رکھنے کے سبب وہ بارہ سال تک گرل فرینڈ سے محروم رہا۔ یہ بات ہمارے اس دعویٰ کو تقویت پہنچاتی ہے کہ لٹن شاہ تمام زندگی بن بیاہا ہی رہا ہوگا کیونکہ کرامتی فرج کا ذکر کہیں نہیں ملتا جو اسکے مفقود و عنقا ہونے کی دلیل ہے۔

لٹن شاہ جیسے گوہر نایاب کا اصل مقام پاکستان نہیں بلکہ پاکستان سے باہر کی دنیا ہے کیونکہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں ہنر (Talent) کی سرے سے کوئی قدر ہی نہیں۔ مغربی دنیا میں تو باقاعدہ عضو تناسل کے مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں۔ راقم ایک ایسے مقابلے کے انعقاد پر مطلع ہے جس میں سب سے چھوٹے عضو تناسل رکھنے والے مرد کو مقابلے میں اول قرار دینے کے بعد انعام و اکرام سے بھی نوازا گیا۔ اسکے برعکس پاکستانی معاشرے میں انعام و ستائش تو دور کی بات لوگ عضو تناسل کے بارے میں گفتگو کرنا بھی غیر اخلاقی جانتے ہیں۔ چھوٹے عضو تناسل کے مقابلے پر قیاس کرتے ہوئے بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ مادر پدر آزاد مغربی معاشرے میں بڑے عضو تناسل کا مقابلہ بھی ہوتا ہوگا۔ اگر آج لٹن شاہ مرحوم زندہ ہوتے تو دنیا میں کہیں بھی ایسے مقابلے میں کوئی ماں کا لال ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔ ایک تحقیق کے مطابق لمبائی کے لحاظ سے نیگرو مرد دنیا کے لمبے ترین عضو تناسل کے حامل ہوتے ہیں جبکہ نارتھ کوریا کے مرد دنیا میں سب سے چھوٹے اس کے بعد ایشیائی مرد چھوٹے ترین عضو تناسل رکھتے ہیں جس میں پاکستان اور انڈیا کے ممالک بھی آتے ہیں۔ لیکن ہمارے لٹن شاہ کے کیا ہی کہنے کے انکے اعزازی عضو تناسل کے آگے تو بڑے سے بڑا نیگرو مرد بھی پانی بھرتا نظر آتا ہے۔ انٹرنیٹ پر ایک مرتب شدہ ڈیٹا موجود ہے جس میں پوری دنیا سے ایسے مردوں کے کوائف پیش کئے گئے ہیں جو سب سے لمبے عضو تناسل کے مالک تھے جن میں سرفہرست امریکی شہر نیویارک کا رہائشی جوناح فیلکن (Jonah Falcon) نامی شخص ہے جو صرف ساڑھے تیرہ انچ لمبے عضو تناسل کے ساتھ پہلی پوزیشن پر براجمان ہے جس کی لٹن شاہ کے عضو کی حیرت انگیز لمبائی کے مقابلے میں پرکا کی بھی حیثیت نہیں۔ اس لسٹ میں لٹن شاہ کا تذکرہ نہ پایا جانا افسوس ناک امر ہے بلکہ مریدان لٹن شاہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ انہوں نے اپنے باصلاحیت مرشد کی کرامت کی مناسب نشر و اشاعت نہیں کی اور لٹن میاں کے بجائے ایک غیر مستحق انگریز اس اعزاز کو لے اڑا۔

ابھی تو پاکستان میں بلکہ پاکستان میں بھی صرف سندھ میں اس نادر کرامت کا ڈنکا بج رہا ہے اور باقی دنیا اس قیمتی اور نایاب معلومات سے یکسر محروم ہے کہ لٹن شاہ دنیا کا طویل ترین عضو تناسل رکھنے کا اعزاز اپنے پاس رکھتے تھے اس کی خبر گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ والوں کو نہ ہو سکی ورنہ دنیا بھر میں اپنے عضو تناسل کے سبب ان کا شہرہ ہوتا اور لٹن میاں اپنے ساتھ ساتھ اپنے ملک پاکستان کی نیک نامی کا بھی سبب بنتے کیونکہ مغرب والے ایسی چیزوں کو قطعاً بری نظروں سے نہیں دیکھتے بلکہ ایسی چیزوں کو بڑی پذیرائی بخشتے ہیں گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ نامی کتاب میں مندرج ایک سے بڑھ کر ایک بے حیا نہ ریکارڈ اس پر گواہ ہے یہ تو صرف کمبخت وہابی ہی ہیں کہ ہر بات پر اعتراض ان کا وطیرہ ہے۔

ویسے تو شاہ صاحب اور لٹن شاہ کے سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل واقعات کے سلسلے میں عوام الناس کا منہ بند کرانے اور ان کی تسلی کے لئے اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ان دونوں واقعات کی وقوع پذیری بطور کرامت ہوئی ہے جس کے بعد کسی سوال و اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ کرامت ہے ہی مافوق الفطرت افعال کا نام۔ لیکن یہاں حنفی صوفیوں کا واسطہ وہابی نکتہ چینوں سے پڑا ہے جو بات کی کھال اتار دیتے ہیں چنانچہ راقم الحروف کو بھی اس دلیل سے خاطر خواہ تسلی نہ ہوئی اور سوچتا رہا کہ کرامت سے عضو تناسل کا صرف لمبا ہو جانا کیا مطلوب و مقصود پانے کے لئے کافی تھا؟ اور کیا لمبائی کے بعد شاہ صاحب کے عضو تناسل میں اتنی سختی تھی کہ اسے سزا کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا جا سکتا کیونکہ عضو مخصوصہ سے تادیب کا کام اسی وقت لیا جا سکتا ہے جبکہ وہ لکڑی یا لوہے کی طرح سخت ہو، تاکہ کسی کو چوٹ پہنچا سکے جبکہ ڈھیلا عضو یہ کام صحیح طرح سرانجام نہیں دے سکتا۔ بات سمجھنے کے لئے یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عضو جتنا لمبا اور بڑا ہوا سے ایستادہ کرنے کے لئے اتنی ہی طاقت درکار ہوتی ہے تو کیا شاہ صاحب کو وہ مطلوبہ غیر معمولی طاقت حاصل تھی یا نہیں؟ ان اہم نقاط کے برعکس شاہ صاحب کا واقعہ عضو تناسل کے لمبا ہو جانے کا پتا تو دیتا ہے لیکن اتنا لمبا ہو کر بھی وہ ڈھیلا تھا یا سخت اس اہم بات کے تذکرے سے واقعہ مکمل طور پر خاموش ہے اور اسی طرح کیا لٹن شاہ کے عضو تناسل میں اتنی قوت اور طاقت تھی کہ وہ کافی دیر تک کئی افراد کا وزن اپنے عضو پر برداشت کر کے اسے پل کے طور پر استعمال کر سکتے کیونکہ محض کرامتی طور پر عضو کو تان کر دریا کے دوسرے کنارے پر رکھ دینا کافی نہیں بلکہ اسے کم از کم لوہے جتنا مضبوط ہونا ضروری ہے تاکہ وہ پل کا کام دے سکے۔ راقم کو مذکورہ واقعات میں تو اپنے اعتراضات کے جوابات نہیں ملے البتہ دوران مطالعہ ایک قیمتی حوالہ ملا کہ فقہ حنفی کے مطابق ہر مرد کا عضو تناسل لوہے سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ حوالہ پا کر نہ صرف راقم کے شکوک شبہات کا خاتمہ ہوا بلکہ وہ اعتراضات جو ان واقعات پر وارد ہوتے تھے وہ بھی نابود ہو گئے اور کافی حد تک دونوں واقعات قابل فہم ہو کر باعث اطمینان ہوئے۔ اگر فقہ حنفی کے اس موقف کو تسلیم کر لیا جائے اور حنفیوں پر تو اسے ماننا لازم ہے کہ ان کی مذہبی کتاب میں یہ درج ہے تو پھر یہ ممکن ہے کہ عضو تناسل سے کسی کو سخت سزا دی جا سکے جبکہ وہ کرامت کی وجہ سے بہت لمبا ہو گیا ہو اور اسی طرح عضو تناسل کے ذریعہ لوگوں کو دریا پار کروانا بھی ممکن ہے کیونکہ لوہے سے زیادہ سخت ہونے کی بنا پر وہ با آسانی لوگوں کی گزرگاہ کا کام دے سکتا ہے۔

اب یہ قیمتی حوالہ بھی گوش گزار فرمالیں: فقہ حنفی کی انتہائی معتبر کتاب میں لکھا ہے: ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میرا ذکر یعنی آلہ تناسل لوہے سے زیادہ شدید نہ ہو تو تو طالقہ ہے تو عورت طالقہ نہ ہوگی۔ (فتاویٰ عالمگیری جدید اردو، جلد دوم، کتاب الطلاق، صفحہ 409)

شوہر کے اس انوکھے اور مشروط کلام سے احناف کے نزدیک بیوی پر طلاق نہ پڑنے کی وجہ سے اس عبارت کا سیدھا اور صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ دنیا کا ہر مرد لوہے سے زیادہ سخت شرم گاہ کا مالک ہوتا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ حنفیوں کا یہ دعویٰ کس قدر مبنی بر حقیقت ہے ایک مرد کا دل تو اس دعویٰ کی سماعت سے ہی جھوم اٹھتا ہے کہ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

چونکہ نقل کردہ مندرجہ بالا عبارت سے متصل سطور میں عضو تناسل کے لوہے سے زیادہ شدید ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ: اس واسطے کہ آلہ تناسل استعمال سے ناقص نہیں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، صفحہ 409) لہٰذا فقہ حنفی کی کتاب کے ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عضو تناسل

کے لوہے کی بہ نسبت سخت ہونے کی نہیں بلکہ لوہے کے مقابلے میں ناقص یا غیر ناقص ہونے کی بات کی جارہی ہے یہ الفاظ اس مفہوم کو اخذ کرنے میں مانع ہے جو مطلب ہم نے عبارت سے نکالا ہے۔اس لئے مذکورہ بالا حوالے کے سلسلے میں اگر کوئی حنفی معترض ہو کہ ہم نے فقہ حنفی کی عبارت ادھوری نقل کی ہے اور اسکا صحیح مفہوم بیان نہیں کیا کیونکہ عبارت مذکورہ سے کشید کردہ ہمارا استدلال بظاہر غیر حقیقی اور ناانصافی پر مبنی معلوم ہوتا ہے تو اس اعتراض کے جواب میں عرض ہے کہ ہم نے مکمل عبارت اس لئے نقل نہیں کی کہ حنفی مفتی کا عضو تناسل کے بارے میں بلند و بانگ دعویٰ اور وجہ دعویٰ دونوں ہی آپس میں کوئی مطابقت نہیں رکھتے بلکہ اس فتویٰ پر تو مار و گھٹنا پھوٹے آنکھ والی مثال پوری طرح صادق آتی ہے۔عرض ہے کہ اگر لوہا استعمال سے کمی اور نقص کا شکار ہوجاتا ہے اور عضو تناسل استعمال سے کم یا ناقص نہیں ہوتا تو اس سے عضو تناسل کی سختی کا کیا تعلق ہے اور اس بنیاد پر عضو تناسل کو لوہے سے بھی زیادہ ٹھوس قرار دینے کی منطق اور وجہ کیا ہے؟

اگر اصل حوالے میں لفظ ''شدید'' کے بجائے لفظ ''کامل'' ہوتا اور عبارت یوں ہوتی: ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میرا ذکر یعنی آلہ تناسل لوہے سے زیادہ کامل نہ ہو تو تو طالقہ ہے تو عورت طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ آلہ تناسل استعمال سے ناقص نہیں ہوتا ہے۔(فتاویٰ عالمگیری جدید اردو، جلد دوم، کتاب الطلاق، صفحہ 409)

تو پھر یہ عبارت قابل فہم تھی اور فتویٰ میں کیے گئے دعوے اور اس دعوے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بیان کردہ سبب میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی لیکن مسئلہ ہی یہی ہے کہ وہاں لفظ ''کامل'' نہیں جو عبارت کے تضاد کو دور کردیتا ہے بلکہ وہاں تو لفظ ''شدید'' ہے جو دعویٰ اور وجہ دعویٰ دونوں کو آپس میں متصادم کرتا ہے۔یاد رہے کہ لفظ شدید کے معنی لغت کے مطابق ''سخت'' کے ہیں لہٰذا فقہ حنفی کی عبارت میں تضاد ختم کرنے اور اسے قابل فہم بنانے کے لئے ان معنوں کے سوا کوئی اور معنی لینا ممکن نہیں اور نہ ہی عرف میں اسکے معنی سخت کے علاوہ کچھ اور معلوم یا معروف ہیں لہٰذا اس عبارت سے ہمارا استدلال اور استخراج درست اور صحیح ہے۔پھر ہم اس معنی و مفہوم کے اصرار میں اکیلے نہیں بلکہ مفتی محمد عبیداللہ خان نے بھی اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں موصوف اپنی کتاب فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر میں فقہ حنفی کی اس عبارت پر ''اگر ذکر لوہے سے سخت نہ ہو تو؟'' کا عنوان قائم کرتے ہیں۔دیکھئے کتاب کا صفحہ 43

پہلی اور ادھوری عبارت سے اپنا مطلب اخذ کرکے دوسری عبارت کو نظر انداز کردینے کی ایک معقول وجہ یہ بھی ہے کہ مکمل عبارت میں اصل ''دعویٰ'' ہے جس سے ہم نے دلیل پکڑی ہے اور پھر اسکے بعد اگر سبب دعویٰ غلط بھی ہو تو کوئی حرج والی بات نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اس غلطی کی ذمہ داری بھی احناف اور انکے حمایتیوں پر ہے ہمارا کام تو انکے ظاہری الفاظ سے استدلال کرنا ہے جو ہم نے بغیر کسی خیانت کے کیا ہے۔

مقلدین کی خصلت بد ہے کہ جب وہ فقہ پر مخالفین کے اعتراض کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں تو ترجمہ کی خود ساختہ غلطیاں ڈھونڈنے لگتے ہیں چونکہ ہم نے بھی فتاویٰ عالمگیری کی عبارت اردو مترجم سے نقل کی ہے اس لئے کوئی کتاب کے مترجم مولانا سید امیر علی (حنفی) کی ترجمہ کی غلطی کا مغالطہ دینے کی کوشش نہ فرمائے کیونکہ کتاب کی اصل عربی عبارت میں بھی ''شدید'' کا لفظ وارد ہے دیکھئے: (**رجل قال لا مراته ان لم یکن ذکری اشد من الحدید فانت طالق**) ''اشد'' اسم تفضیل ہے جو لفظ شدید سے ہی بنتا ہے جس کے معنی زیادہ سخت یا زیادہ شدید کے ہیں۔باقی رہا مکمل عبارت کا تضاد تو وہ احناف جانیں اور انکے علماء یہ ہمارا دردسر نہیں۔

لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ اگر ہم فتاویٰ عالمگیری کے فتوے کو جس میں کہا گیا ہے کہ ذکر لوہے سے زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ لوہا استعمال سے ناقص ہوجاتا ہے جبکہ عضو تناسل استعمال سے ناقص نہیں ہوتا کو بغیر کوئی مین میخ نکالے من و عن قبول و تسلیم بھی کرلیں تو پھر بھی یہ دعویٰ خلاف عقل اور خلاف حقیقت ہے۔اصل بات یہ ہے کہ عضو تناسل کا مسلسل اور زیادہ استعمال اسے کمزور اور ڈھیلا کردیتا ہے جو عضو تناسل کی سختی میں کمی پر منتج ہوتا

ہے۔ اسکے علاوہ بڑھاپا یعنی عمر کی بڑھوتی بھی انسانی قویٰ کو کمزور کر دیتی ہے جس میں عضو تناسل بھی شامل ہے پھر مشت زنی جیسی بد عادت بھی عضو تناسل کی کمزوری اور اس میں نقص کا باعث بنتی ہے۔ جنسی راہنمائی پر مشتمل کتب میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت پانے والی کتاب کے مصنف شریمان پنڈت کوکا رام مشت زنی یا جلق کے نقصانات بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس کلجگ میں آدمیوں نے بہت بری عادات بیرج خارج کرنے کی بنائی ہیں۔ جیسے جلق یعنی ہاتھ سے بیرج خارج کرنا۔ اغلام یہ سب وحشیانہ باتیں ہیں۔ ان سے بالکل بچنا چاہیے۔ بلکہ اس عادت کو پاس سے گزرنے بھی نہیں دینا چاہیے۔ جلق سے کئی قسم کے امراض اور نقصان پیدا ہوتے ہیں۔ جلق سے انسان اپنا ستیاناش کر لیتا ہے۔ اس سے اعضائے تناسل کسی کام کا نہیں رہتا۔ ہاتھ کی رگڑ سے اندر کی نسیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ آدمی نامرد ہو جاتا ہے۔ اعضائے تناسل میں اولاد پیدا کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ اور اس سے بیرج بھی دگنا خارج ہوتا ہے۔ بیرج کثرت سے نکلنے سے انسان کا چہرہ کمزور اور دیگر اعضاء خراب ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر رونق نہیں رہتی۔ گلابی رنگ ہوا جاتا ہے اور رنگ زرد اپنا سکہ جما لیتا ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ غرضیکہ ایسی بدعادات سے انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ (کوک شاستر، صفحہ 19,18)

لہٰذا ثابت ہوا کہ عضو تناسل بھی اعتدال سے زیادہ استعمال اور عمر کی زیادتی سے ناقص ہو جاتا ہے۔ چناچہ لوہے کے عیب (استعمال سے ناقص ہونا) کا عضو تناسل میں بدرجہ اتم پایا جانا علمائے احناف کے فتوے کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں یہ ہے حنفی فقہاء کی ذہانت اور عقل جنکی جھوٹی فقاہت کا مقلدین کی جانب سے دن رات ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔

دکھی انسانیت کی خدمت کی ایک اور مثال پیش خدمت ہے جس سے عضو تناسل کے ہمہ گیر استعمال کا عقدہ کھلتا ہے اور اصلی عضو تناسل کی افادیت تو ایک طرف نقلی عضو تناسل کی اہمیت اور خوبی بھی خوب اجاگر ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ عضو تناسل چاہے اصل ہو یا نقل یکساں فوائد کا حامل ہے۔ ویسے تو جو خواتین محروم اولاد ہوں اور اسی غرض سے مزاروں کے چکر لگائیں تو پیر وغیرہ انہیں خود ہی حاملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ آزمودہ طریقہ پیروں فقیروں کو ماننے والے بہت سے مریدوں کے ساتھ ساتھ مریدنیوں کو بھی پسند نہیں اس لئے ایسے باغیرت مردوں اور غیرت مند مریدنیوں کے لئے دربار اینڈ سنز کی جانب سے اس کا ایک شریفانہ اور فخریہ حل پیش کیا گیا ہے۔ چناچہ کمالیہ کے علاقے میں ایک دربار قائم کیا گیا ہے جس میں بے اولاد خواتین کے لئے صاحب قبر کے عضو تناسل کی یاد میں لکڑی کے بنے چھوٹے چھوٹے کئی عضو تناسل رکھے گئے ہیں جن کے ذریعہ وہ اولاد کی نعمت حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کی روداد امیر حمزہ حفظہ اللہ کی زبانی سنیئے، فرماتے ہیں: کمالیہ کے علاقے میں ایک ایسا مزار بنا دیا گیا کہ جہاں انسان کے اس عضو کی پوجا شروع کر دی گئی ہے جس کا نام کوئی بھی مہذب شخص اپنی زبان پر لانا پسند نہیں کرتا۔ یہ اعضا وہاں لکڑی کے بنا کر رکھے گئے ہیں۔ تحقیق کے لئے میں خود وہاں پہنچا اور اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ دور دور سے عورتیں اولاد کے لئے یہاں آتیں ہیں۔ (مذہبی وسیاسی باوے، صفحہ 216)

اپنی ایک اور کتاب میں امیر حمزہ حفظہ اللہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اپنے ملک پاکستان میں کمالیہ کے شہر کے پاس ابن شاہ نامی بستی میں ''ابن شاہ ولی'' کے دربار پر لکڑی کے بنے ہوئے انسانی شرمگاہ کے اعضاء بکتے ہوئے خود میں نے دیکھے بلکہ ایک عدد خرید کر بھی لایا۔ (ہندو کا ہمدرد، صفحہ 170)

یعنی زندگی میں یہ صاحب قبر پیر بنفس نفیس خود اولاد کی خواہشمند خواتین کو اولاد عطا کرتے ہوں گے اور بعد از مرگ اب یہی کام ان کے عضو تناسل سے نسبت رکھنے والے لکڑی کے عضو تناسل سرانجام دے رہے ہیں۔ اور سہولت اور آسانی اس قدر ہے کہ چاہے خواتین مزار ہی پر ان سے فیض یاب ہوں یا پھر خرید کر گھر لے جائیں اور تسلی سے اس کا فائدہ اٹھائیں۔ گویا کہ مرنے کے بعد بھی پیر صاحب کے عضو تناسل کا فیض عام جاری وساری ہے۔ مندرجہ بالا حکایت کے توسط سے اصلی کے ساتھ ساتھ نقلی عضو تناسل بھی اولاد کے حصول کا ذریعہ ہے یہ بات پہلی مرتبہ معلوم ہوئی ہے۔ لیکن ان درباروں کی دنیا میں جو کرامتوں کی بنیاد پر قائم ہے سب کچھ ممکن ہے جب عضو تناسل پٹائی کر سکتا ہے۔ ایک پل کی طرح دریا پار کروا سکتا ہے تو

لکڑی سے بنا ہوا عضو تناسل جسم سے مس کرنے سے حمل کیوں نہیں ٹھہر سکتا! جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

برسبیل تذکرہ عرض ہے کہ نقلی عضو تناسل مغرب میں بھی تیار ہوتے ہیں جو کہ لکڑی، ربر، شیشے، پلاسٹک اور اسٹیل جیسی دھاتوں کے علاوہ انسانی کھال سے مشابہہ (cyberskin) نامی میٹریل سے تیار کئے جاتے ہیں۔ سائبر اسکن کی مدد سے تیار شدہ عضو تناسل کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اگر استعمال کنندہ اسے آنکھ بند کرکے چھوئے اور استعمال کرے تو وہ اصل اور نقل عضو میں کوئی فرق محسوس نہیں کر سکے گا۔ ان نقلی عضو تناسل کے لئے dildo کی خاص اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ ویسے تو عام طور پر یہ انسانی عضو تناسل ہی کی شکل پر تیار کئے جاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ دیگر شوقین حضرات کی پسند اور ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف حیوانی عضو تناسل کی شکل میں بھی با آسانی میسر ہوتے ہیں۔ ڈلڈو کی تاریخ میں وکی پیڈیا کا کہنا ہے کہ ابتدائی ڈلڈو پتھر، تارکول، ہاتھی دانت، لکڑی اور ہڈی سے تیار کئے گئے تھے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ایک بیس سینٹی میٹر لمبا چٹانی پتھر سے بنا عضو تناسل تیس ہزار سال قبل پتھر کے دور سے تعلق رکھتا ہے جو جرمنی میں واقع Hohle Fels نامی غار سے دریافت ہوا۔ قدیم دور سے تعلق رکھنے والے ڈلڈو تو ظاہر ہے بہت سادہ تھے لیکن موجودہ زمانے میں پائے جانے والے ڈلڈو بڑے جدید ہیں اور اپنے اندر جنسی تسکین کا پورا سامان لئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض بیٹری کے ساتھ دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ بیٹری اس میں ارتعاش پیدا کرتی ہیں اس ارتعاش کو حسب ضرورت کم یا زیادہ کرنے کے لئے ریموٹ کنٹرول بھی دستیاب ہیں۔ اسکے علاوہ یہ ایسی چھوٹی مشینوں کے ساتھ بھی ملتے ہیں جن کی مدد سے یہ اصل عضو تناسل کی طرح آگے پیچھے حرکت کرتے ہیں۔ ان ڈلڈو کی تیاری خالص جنسی ضرورت اور جنسی لذت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس لئے اس میں کسی مذہبی وابستگی کے جذبے کا دور دور تک کوئی لینا دینا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی پیر وفقیر سے نسبت کی عقیدت کا کوئی چکر ہوتا ہے۔ انہیں مغرب میں تو استعمال کیا ہی جاتا ہے لیکن پاکستان میں بھی اس طلب موجود ہے اگرچہ زیادہ نہیں۔ امیر لوگوں کی خواتین کے ساتھ ایسے باعزت مرد بھی اپنی نا آسودہ خواہشات کی تکمیل کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں جو دوسرے مردوں سے تعلقات قائم کرکے بدنام نہیں ہونا چاہتے اور اپنے شوق کو صیغہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اسکے علاوہ بعض حالات میں ڈاکٹر حضرات بھی اسکے استعمال کو بعض ''مریضوں'' کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ راقم کے ایک قریبی دوست نے بتایا کہ جب وہ ایک بڑے ڈاکٹر جو انکے دوست بھی ہیں سے ملاقات کے لئے ان کے آفس گئے تو انہوں نے انکی میز پر ڈلڈو دیکھا جو ملفوف تھا۔ دریافت کرنے پر ان ڈاکٹر صاحب نے زیادہ تفصیل تو نہیں بتائی بس یہ بتایا کہ کسی کے لئے انہوں نے یہ منگوایا ہے اور بعض لوگوں کو انکی واقعتاً ضرورت ہوتی ہے۔ راقم کو یقین ہے کہ وہ کسی پردہ دار خاتون کے لئے منگوایا گیا ہوگا کیونکہ مجرد زندگی گزارنے سے انسان کئی طرح کے نفسیاتی اور جسمانی عوارض کا شکار ہو جاتا ہے جس کا حل نکاح کے سوا کچھ نہیں لیکن نکاح کی کوئی سبیل نہ ہونے کی صورت میں ان ڈاکٹر صاحب نے اپنے مریض کے لئے ڈلڈو تجویز کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

عموماً ڈاکٹر حضرات دینی معلومات سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر خصوصاً طبی معاملات میں ملحدانہ سوچ کے حامل ہوتے ہیں اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہیں کیونکہ سائنس اور مغربی طب کا بھی اپنا ایک مزاج ہے جو خالصتاً ملحدانہ ہے اس لئے ان مغربی تعلیم یافتہ ڈاکٹروں سے ایسے کسی بھی عمل کی توقع قرین انصاف ہے۔ لیکن متذکرہ بالا ڈاکٹر صاحب کا معاملہ تھوڑا مختلف ہے کہ وہ مذہب پسند آدمی ہیں اور مغربی سوچ کے زیر اثر کسی گھریلو خاتون کے لئے ڈلڈو کی تجویز ان سے متوقع نہیں کیونکہ راقم ان سے ذاتی طور پر واقف ہے اس لئے جب راقم السطور ڈاکٹر صاحب کے نسخہ کی کوئی معقول توجیہہ سے قاصر ہوا تو اسے ڈاکٹر صاحب کے ذاتی تفرد پر محمول کر لیا۔ جب میں اسی ادھیڑ بن میں تھا تو میری نظر سے ایک فتویٰ گزرا تو مجھے یقین ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب بھی کسی ایسے ہی فتوے کا شکار ہوئے ہیں۔ فتویٰ مع سوال ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا اسلام کسی مسلمان مطلقہ عورت کو اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی جنسی تسکین کے لئے ایک آلے (Vibrator) کا استعمال کرے بہ نسبت کسی غیر مرد سے زنا کرنے کے؟ اور کیا اسلام کی رو سے کسی شادی شدہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے خاوند کی مرضی/اجازت سے اس

آلے کا استعمال کرے اور اپنی جنسی تسکین کا سامان بہم پہنچائے بطور ایک زائد ذریعے کے؟

جواب: ایک مطلقہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی جنسی تسکین کے لئے اس آلے کا استعمال کرے بشرطیکہ وہ اس حد تک مجبور ہو جائے کیونکہ بہ نسبت زنا کرنے کے یہ بہر حال کم گھناؤنا عمل ہے۔لیکن ایک شادی شدہ عورت کے لئے یہ کسی صورت بھی جائز نہیں کہ وہ اس آلے کا استعمال کرے کیونکہ اس طرح وہ قرآن کی اس آیت کی رو سے گناہ گار ہوگی جس میں کہا گیا ہے کہ ''جو جائز طریقوں سے زائد کسی قسم کی خواہش کرتے ہیں۔'' (شیخ عبدالخالق حسن الشریف) (جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 383,382)

محترم عبدالخالق صاحب کی جنسی کھلونے کے استعمال کے جواز کے لئے بیان کردہ ناقص اور کمزور علت سے تو مطلقہ عورت ہی کیا ہر کنواری لڑکی بھی مستفید ہو سکتی ہے کیونکہ موجودہ زمانے میں قبل از بلوغت ہی جنسی معاملات سے آگاہی، دبی جنسی جذبات وخواہشات مرتعش کرنے والے ذریعوں کی بھرمار اس پر تاخیر سے شادیاں کرنے کے سبب ایک کنواری لڑکی بھی اپنی جنسی پیاس بجھانے کے لئے زنا پر مجبور ہو جاتی ہے۔

بہر حال مندرجہ بالا فتویٰ کس حد تک قابل اعتماد اور مستند ہے اور اس میں کیا گیا اجتہاد مبنی برصواب ہے یا خطا اس کا حتمی اور صحیح فیصلہ تو کوئی کتاب وسنت کا فہم رکھنے والا عالم دین ہی کر سکتا ہے۔لیکن دین اسلام کا ایک ادنی طالب علم ہونے کی حیثیت سے راقم کو جو تھوڑی بہت معلومات حاصل ہے اس کی رو سے مذکورہ فتویٰ میں پیش کیا گیا مسئلہ کا حل سخت محل نظر ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ مسئلہ کو حل کرنے سے زیادہ مسئلہ کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے اور بے حیائی کے ایک ایسے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا بند رہنا ہی اس امت کے حق میں بہتر ہے۔وجہ اسکی یہ ہے کہ نگاہ اسلام میں نکاح ایک مستحب فعل ہے لیکن شہوت کے زور اور شدت کی بنا پر اگر کسی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا ڈر پیدا ہو جائے تو پھر نکاح استحباب کی حدود سے نکل کر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ مفتی صاحب کو سائلہ یا سائل کے پوچھے گئے سوال کے جواب میں اسے کسی غیر شرعی ذریعے کو اختیار کرنے کا فتویٰ دینے کے بجائے فوری اور لازمی طور پر نکاح کا حکم دینا چاہیے تھا کیونکہ اسکا جائز ومعقول حل یہی ہے اس کے علاوہ شریعت مطہرہ ایسے مرد اور عورت کو جن کی جنسی طلب اور ضرورت کی تکمیل کے لئے جائز ذرائع دستیاب نہ ہوں تو ایسی صورت میں زن وشو کی جنسی شہوت کو توڑنے اور قابو میں کرنے کے لئے روزہ رکھنے کا حل پیش کرتی ہے اگرچہ نکاح کے مقابلے میں اس حل کی حیثیت ثانوی ہے لیکن موثر اور کارگر ہونے کے لحاظ سے اس میں کلام کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ شارع کا تجویز کردہ نسخہ ہے۔اسکی رہنمائی ہمیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث سے ملتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانو! جس کے پاس نکاح کی ضروریات کی استطاعت ہے تو وہ شادی کرلے کیونکہ شادی نظریں جھکانے اور شرمگاہ کو تحفظ دینے کا قوی ذریعہ ہے اور جو استطاعت نہ رکھے تو وہ روزوں کی پابندی کرے کیونکہ روزے شدت شہوت کو توڑ دیتے ہیں۔(متفق علیہ)

فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے وہ پاکدامنی کے ساتھ رہیں (سورہ النور:33)

اللہ رب العالمین نے بھی نکاح کی استطاعت وہمت نہ رکھنے والوں کو اپنی عفت اور پاکدامنی کو قائم رکھنے اور اس تکلیف پر صبر کا حکم دیا ہے اس کے برعکس جنسی کھلونوں (Sex Toys) کا کسی بھی صورت میں استعمال شریعت اسلامیہ کے پاکیزہ مزاج سے میل اور لگا نہیں کھاتا جیسا کہ بیان کردہ قرآن وحدیث سے اظہر من الشمس ہے کہ لازمی انسانی جنسی ضرورت کا ادراک کرنے کے باوجود بھی تکمیل خواہش کے ناجائز ذرائع کے استعمال کی حوصلہ افزائی کے بجائے صبر اور برداشت کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ بطور علاج روزے رکھنے کی نصیحت کی گئی ہے تاکہ بڑھی ہوئی شہوت جو کسی کو گناہوں کی طرف راغب کر سکتی ہے کو کم کیا جاسکے۔شریعت کا پیش کردہ علاج کس قدر تیر بہ ہدف ہے اور اس کی افادیت کتنی مسلمہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کفار بھی اس طریقہ علاج کی اہمیت اور تاثیر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔چونکہ ہندو مذہب میں ایک بیوہ عورت کو عقد ثانی کی اجازت نہیں ہے اس لئے اسے پاک دامن رکھنے اور بدکاری سے بچانے کے لئے شریمان پنڈت کو کارام جو احتیاطی تدابیر تجویز کرتے ہیں ان میں روزہ رکھنا بھی شامل ہے۔لکھتے ہیں: (۱) بیوہ عورت کو جس دن سے بیوہ ہو جاوے۔اس دن سے کسی مرغن اشیاء کا استعمال نہ کرنا چاہیے۔ (۲) کوئی سنگھار نہ کرنا چاہیے۔ (۳) کوئی خوشبودار چیز نہ لگانی چاہیے۔ (۴) کھانا صرف ایک وقت کھانا چاہیے۔ (۵)

خوراک میں مرغن اور شہوت پیدا کرنے والی اشیاء سے قطعی پرہیز رکھے۔ (٦) ہر ایک ماہ میں تین برت (فاقہ) رکھے۔ (٧) ہر ایک قسم کی مٹھائی سے پرہیز کرے۔(کوک شاستر،صفحہ 22)
آگے چل کر پھر اسی نصیحت کا اعادہ کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں: خدانخواستہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جاوے۔تو وہ بھی اگر دھرم میں رہے گی۔تو ضرور ہی خراب ہو جاوے گی۔اگر پیچھے لکھے قواعد کے مطابق برت وغیرہ رکھے۔تو وہ ٹھیک رہے گی۔(کوک شاستر،صفحہ 41)
چنانچہ شرعی حکمت اور علاج کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ اور قوی امکان اسی بات کا ہے کہ مفتی صاحب نے مطلقہ کی جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لئے جو قابل اعتراض حل تجویز کیا ہے وہ خطا کے زیادہ نزدیک ہے اور اگر مفتی صاحب نے نیک نیتی سے فتویٰ دیا ہے تو یہ انکی اجتہادی غلطی ہے۔

اسی ضمن میں مجھے یاد آیا کہ ہمارے آفس میں ایک نسیم نامی ڈرائیور تھے جن کے پاس لکڑی کا عضو تناسل تھا جسے بڑی مہارت اور نفاست سے تراشا گیا تھا۔وہ بطور خاص مجھے دکھانے کے لئے چھپا کر اسے آفس لائے تھے۔اب یہ بتانے اور سمجھانے کی تو قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ وہ خوبصورت لکڑی کا آلہ کسی عورت یا مرد کے زیر استعمال تھا۔اب کوئی اسے شوپیس بنا کر گھر پر تو سجانے سے رہا۔
ہمارے معاشرے کا دوغلا پن ملاحظہ فرمائیں کہ اگر کسی کے پاس سے ڈلڈو برآمد ہو جائے تو وہ سب کی نظروں میں بلا شک وشبہ بدکردار، بے حیا اور بے شرم کے سٹیفکیٹ کا مستحق قرار پائے گا۔لیکن اگر وہی ڈلڈو کسی پیر یا صاحب مزار سے منسوب ہو تو حصول اولاد کے بہانے اسے اپنے جسموں پر رگڑتی ہوئی پاک دامن عورتیں ہمدردی اور شاباش کی مستحق سمجھی جاتی ہیں۔اور سر عام بکتے یہ مقدس ڈلڈو اپنے خریدار عورت اور مرد کی عزت پر کوئی حرف تک نہیں آنے دیتے کیونکہ یہ کراماتی ڈلڈو تقدس کی چادر میں لپٹے ہوتے ہیں اس لئے ان کے استعمال، دیدار اور خرید وفروخت پر انگشت نمائی گناہ عظیم شمار ہونے کے ساتھ ساتھ اس ڈلڈو سے منسوب بزرگ کے قہر کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔

شاید عضو تناسل کی انہی خوبیوں کی بنا پر بعض کافروں نے اسے اتنی اہمیت، محبت اور عقیدت سے نوازا کہ اسکی عبادت ہی شروع کر دی۔یاد رہے کہ کسی چیز کو غیر ضروری اہمیت دینا اسکی محبت اور عقیدت میں غلو کی حد تک مبتلا ہونا ہی اسکی پوجا کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔کسی چیز کے لئے صرف باقاعدہ مذہبی رسومات ادا کیا جانا ہی اس کی عبادت شمار نہیں ہوتا بلکہ ظاہری پوجا پاٹ کے علاوہ بھی عبادت کی کئی شکلیں ہیں۔مثلاً حلال وحرام کے امور میں کسی کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کرنا اور کسی کے بارے میں حاجت روا اور مشکل کشا ہونے کا عقیدہ رکھنا پھر اپنی مشکلات اور پریشانیوں میں اس سے مدد چاہنا اور اسے پکارنا بھی اس کی عبادت ہی میں داخل وشامل ہے۔جیسے لکڑی کے عضو تناسل کو کلمہ گو مشرکوں نے اپنا حاجت روا سمجھ لیا ہے اور اسکے ذریعہ حصول اولاد کا عقیدہ قائم کر لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کمالیہ کے مزار پر ہونے والی خرافات کو امیر حمزہ نے عضو تناسل کی عبادت سے تعبیر کیا ہے۔چنانچہ مولانا صاحب لکھتے ہیں؛ ہم بڑوں سے سنتے تھے، کتابوں میں پڑھتے تھے اور عجائب گھروں میں پتھر کے مجسمے دیکھ دیکھ کر متعجب ہوتے تھے کہ ہندو کس قدر ذلیل ہے جو اس عضو کی پرستش کرتا ہے جسے ڈھانپنے کا حکم ہے....مگر آج وہی پلید کام اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں بھی ہو رہا ہے کہ جس کا نام پاکستان رکھا گیا ہے اور یہ کام وہ لوگ کر رہے ہیں جن پر اسلام کا لیبل اور عشق اولیاء کا ٹھپا لگا ہوا ہے۔(مذہبی وسیاسی باوے،صفحہ 216)
معلوم ہوا کہ شرم گاہ کے پجاری کافر تو یونہی بدنام ہیں وگرنہ مسلمانوں میں بھی عضو تناسل سے پیار اور عقیدت رکھنے والوں کی ہرگز کوئی کمی یا قلت نہیں اور یہی عقیدت اور اندھی محبت انسان کو اس چیز کی عبادت پر ابھارتی اور اکساتی ہے۔مسلمانوں میں تو خیر انکی مذہبی تعلیمات اور توحید عضو تناسل کی ظاہری عبادت میں آڑے آ گئی اور ان نام نہاد مسلمانوں نے کھل کر عضو تناسل کی مذہبی رسومات کی ادائیگی نہیں کی لیکن چونکہ کفار کے پیروں میں ایسی کوئی زنجیر نہیں تھی اس لئے انہوں نے آزادانہ عضو تناسل کی پوجا شروع کر دی۔ویسے تو ہندو زنانہ شرمگاہ کو بھی پوجتے ہیں لیکن چونکہ یہ ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے اس لئے اسکا تذکرہ بے فائدہ اور غیر ضروری طوالت کا باعث ہے۔بہرحال یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اکثر کاموں

میں ہندوؤں کی نقالی کرنے والے صوفی مسلمانوں نے فرج کی عبادت میں انکی پیروی نہیں کی۔
قابل غور امر یہ ہے کہ اسلام کے پاکیزہ مزاج کی وجہ سے اسکا کوئی بھی سچا پیروکار ہرگز مندرجہ بالا بے حیائی کا متحمل نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلامی تعلیم و تربیت اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔لیکن پھر یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مسلمان صوفیاء دعویٰ ایمانی کے باوجود عضو تناسل کی عقیدت ومحبت کے چکر میں کیوں پڑے کہ انکی کرامات کے دائرہ اختیار و عمل میں عضو تناسل نے بھی اس طرح جگہ پالی جو اسلام کے ماننے والوں کی کسر شان کے مترادف ہے۔غور و تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسکے مندرجہ ذیل دو بنیادی اسباب ہیں۔

اوّل: مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ طویل دورانیے کی معاشرت اختیار کرنا
دوم: خود صوفیاء کے اپنے عقائد و نظریات جو اسلامی تعلیمات سے اخذ شدہ اور خالص نہیں بلکہ بذات خود چربہ ہیں اور ہندو مذہب سے مستعار لئے گئے ہیں

ثانی الذکر سبب نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور عوام جواب تک ہندوؤں کی نقالی کا کام اپنی جہالت کی بنا پر کر رہی تھی صوفیوں نے انہیں مذہبی بنیاد فراہم کر کے ان کی ہنود کی پیروی کو سند جواز عطا کر دی۔
مذکورہ بالا ان دو اسباب نے مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو اس قدر مسخ کیا کہ ہندوؤں سے معاشرتی میل جول اور رہن سہن کے نتیجے میں مسلمانوں نے کئی ایسے رسوم و رواج اور نظریات کو اپنے مذہب میں جگہ دے دی جس کی نہ صرف انکے دین میں کوئی گنجائش نہیں تھی بلکہ وہ اسلامی مزاج کے بھی سراسر خلاف تھے لیکن ہندوؤں سے مسلمانوں کی صدیوں کی رفاقت یہ رنگ لائی کہ انکی زندگی کے بیشتر امور ہندوانہ رنگ میں رنگے گئے اور اعمال کے لحاظ سے کسی غیر جانب دار شخص کا ہندو اور مسلمان میں فرق کرنا مشکل ہوگیا۔حتیٰ کہ بریلویوں کی قبر پرستی،تو ہم پرستی اور مشرکانہ عقائد و اعمال کو دیکھتے ہوئے بیشتر ہندو بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ مسلمان اور ہندو کے درمیان جو تھوڑا بہت فرق پایا جاتا ہے اس خلیج کو سنجیدہ کوشش اور افہام و تفہیم کے ذریعہ پاٹنا ممکن ہے۔ایک ہندو سیاستدان کا وہ مشہور و معروف قول جس میں اس نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم میں اور تم میں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بیٹھے کو پوجتے ہیں اور تم مسلمان لیٹے کو پوجتے ہو اسی غلط فہمی کا مظہر ہے۔نادانستگی یا جہالت کی بنا پر مسلمانوں نے بھی عام ہندوؤں کو شک وشبہ میں مبتلا کرنے کے لئے انکے بیشتر رواج من وعن قبول کر لئے جیسے مہندی، بارات، جہیز، شادی سے پہلے اور بعد کی کئی رسومات ، گود بھرائی کی رسم وغیرہ یہ رسمیں اور اس طرح کی دیگر لاتعداد رسومات اس طرح ایک عام مسلمان کے ذہن میں رچ بس گئیں کہ وہ انہیں دل سے اپنے ہی مذہب کے رسوم و رواج ماننے لگا۔گویا مسلمانان پاک و ہند کی رسومات کو دیکھ کر ایک عام ہندو تو اس غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہی کہ مسلمانوں کا رہن سہن اور رسم رواج ہندوؤں سے ملتا جلتا ہے لیکن خود مسلمان بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔ یہ جہل مرکب کی بدترین مثال ہے۔مسلمانوں کی اس حالت پر یہ مثال بالکل صادق آتی ہے: گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس بابت ڈاکٹر محمد آفتاب رقمطراز ہیں: برصغیر ہندو پاکستان کے مسلمان بالخصوص،عورتوں کے بارے میں اکثر و بیشتر ہندوانہ رسم و رواج کے غلام ہوگئے ہیں۔جہیز کے حصول کے لیے دیر سے شادی کرنا، وراثت کے حق کی نفی (خاص کر زمین وغیرہ کی)،نوجوان اور معصوم لڑکیوں کی قرآن کے ساتھ شادی تا کہ جائیداد کو برقرار رکھا جاسکے،مختلف حیلوں اور بہانوں سے طلاق سے انکار تا کہ عورت کو تنگ کیا جاسکے، کاروکاری جیسی مکروہ رسم پر عمل ، بیوہ اور مطلقہ عورتوں کے نکاح ثانی کی ناپسندیدگی اور سختی کے ساتھ یک زوجگی پر اصرار چند ایسے اہم ترین رسم و رواج ہیں جو مسلمانوں نے ہندو کلچر اور تہذیب سے اخذ کیے ہیں اور ان پر بہت ''ایمانداری اور اخلاص'' کے ساتھ عمل پیرا ہیں، جب کہ اسلام نے اس طرح کی تمام جاہلانہ رسوم و رواج سے انسان کو آزاد کرایا تھا اور عورتوں کو بہت سے حقوق عطا کیے تھے۔گھریلو سطح پر،لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر حیثیت نہیں دی جاتی۔لڑکوں کو بہتر کھانا

فراہم کیا جاتا ہے، اس طرح لباس، تعلیم اور دیگر امور میں بھی ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جاتا ہے جبکہ شادی کے بعد لڑکیوں کے ساتھ شوہر اور اس کے دیگر اہل خانہ برا سلوک روا رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ امت مسلمہ نے وہ تمام جاہلانہ رسوم و رواج، عادات اور طریقے اختیار کر لیے ہیں اور عورتوں کے بارے میں اس جذبہ حقارت کو اپنا لیا ہے جو کہ ہندو کلچر، تہذیب اور مذہب کا حصہ ہیں۔ (جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 753)

اس بحث سے دو قومی نظریے کی اہمیت اور ضرورت بخوبی سمجھی جا سکتی ہے۔ اس دو قومی نظریے (کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ رہن سہن اور مزاج رکھنے والی قومیں ہیں جو ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں) نے ہی پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے لئے ایک مضبوط بنیاد کا کردار ادا کیا تھا۔ بعض جاہل اور کم عقل جو اس دو قومی نظریے کو غلط باور کروانے کی سعی کرتے ہیں وہ دراصل پاکستان کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں اور اپنے ہی ملک سے غداری کر کے انجانے میں یا پھر کسی عارضی مفاد کی خاطر غیروں کے بیانیے کو تقویت دینے کا باعث بنتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا اور مسلمان پہلے ہی کی طرح ہندوؤں کے ساتھ رہ رہے ہوتے تو کئی کم علم اور جاہل مسلمان پورے ہندو ہو جاتے صرف کلمے کا امتیاز باقی رہ جاتا اور بعض صورتوں میں وہ بھی نہیں۔ جیسا کہ آج بھی سندھ کے دور دراز علاقے ایسے ہیں جہاں مسلمان اسلام کی بنیادی معلومات تک سے نابلد ہیں حتیٰ کہ کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے لیکن بہت سارے کام ایسے کرتے ہیں جن کا تعلق اسلام کے بجائے ہندو مذہب سے ہے۔ یہ ہندوؤں کے اثرات ہی ہیں جن سے وہ آج تک باہر نہیں آ سکے۔ ایک عام مسلمان کی بہ نسبت صوفیوں نے ہندوانہ رسم و رواج اور نظریات کا زیادہ اثر لیا کیونکہ صوفی مذہب کی تعلیمات ہی کچھ ایسی ہیں کہ ان کے نزدیک تمام انسان ایک اللہ کی مخلوق ہونے کے سبب بلا امتیاز مستحق محبت اور لائق احترام ہیں۔ پھر انکے نزدیک دنیا کے تمام مذاہب مختلف راستے ہیں لیکن سب کی منزل ایک ہے اس لئے کسی ایک مذہب کے پیروکار کو کسی دوسرے مذہب کے حامل شخص پر طعن و تشنیع یا انگشت نمائی روا نہیں گویا سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔

سلسلہ صابریہ کے ایک صوفی عبدالقدوس گنگوہی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: یہ کیسا شور و غوغا پھیلا ہوا ہے کہ کوئی مومن ہے کوئی کافر ہے، کوئی فرمانبردار کوئی گناہ گار، کوئی راہ رو ہے کوئی بے راہ رو، کوئی مسلم ہے کوئی پارسا، کوئی ملحد ہے کوئی خداترس۔ یہ سب دراصل ایک ہی راستہ کے راہی ہیں۔ (مکتوبات قدوسیہ، ص ۳۰۵ بحوالہ کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی مرہون منت ہے؟ صفحہ 89)

اجمیر کے شیخ حمید الدین چشتی نے ایک مرید کو مریدی سے خارج کر دیا تھا کیونکہ وہ مذہب کی ظاہر داریوں کو اہمیت دیتا تھا اور کسی غیر مسلم کی روح کے اندر جھانکنے سے قاصر تھا۔ ان کے نزدیک اہم بات یہ تھی کہ کسی شخص کی روحانی حالت کیا ہے اور وہ خدا سے کتنا نزدیک ہے نہ کہ یہ بات کہ اس کے ماتھے پر کون سا لیبل لگا ہوا ہے۔ (کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی مرہون منت ہے؟ صفحہ 89)

غازی عزیر لکھتے ہیں: چونکہ صوفیاء مختلف مذاہب کو اللہ تک پہنچنے کے مختلف راستے سمجھتے تھے اور ایک دوسرے پر تنقید کو ناپسند کرتے تھے، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے لہٰذا بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی ''صوفیاء کا پختہ یقین تھا کہ روحانی فضیلت مسلمانوں کی طرح ہندو بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات نے یہ اصول وضع کیا کہ انسانوں کے درمیان کسی قسم کی کوئی تفریق نہ کی جائے بلکہ اس امر کی کوشش کی جائے کہ غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ شگفتہ نوعیت کے تعلقات قائم رہیں چنانچہ ''نافع السالکین'' میں مذکور ہے: حضرت قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے طریق میں ایک اصول یہ ہے کہ مسلمان اور ہندو دونوں سے صلح کا تعلق رکھا جائے اور اس کے لیے یہ شعر بطور شہادت پیش کرتے تھے: اے حافظ اگر تو اپنے رب سے وصال کا خواہاں ہے تو ہر خاص و عام کے ساتھ صلح رکھ، مسلمانوں کے ساتھ اللہ اللہ اور برہمن کے ساتھ رام رام کر۔ (کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی مرہون منت ہے؟ صفحہ 90)

چنانچہ صوفیاء کے نزدیک مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی انکی بے لوث محبت والفت اور ادب واحترام کے مستحق ٹھہرے اور لامحالہ انکا مذہب بھی حق وصحیح ٹھہرا۔اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ صوفیاء نے بہت سے ہندو نظریات جو اسلام سے متصادم تھے من وعن قبول کر لئے۔شیخ محمد اکرام اور پروفیسر خلیق احمد نظامی بیان کرتے ہیں کہ ''صوفیاء کی غیر مسلموں کے ساتھ مصالحت والی پالیسی اس قدر بڑھی کہ خود صوفیاء نے بہت سے ہندو رسم و رواج کو اختیار کر لیا تھا...بعض ہندو طور طریقے جنھیں صوفیاء نے اختیار کر لیا تھا تقاضائے شریعت کے قطعاً منافی بھی تھے مثلاً شرعاً حلال اشیاء کے استعمال کو اپنے لیے حرام سمجھ لینا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی فرماتے ہیں: صوفیاء ہندوانہ نظریہ اہنسا کے قائل تھے۔ہندو بھائیوں کے جذبات کے احترام کے پیش نظر ان کا خیال تھا کہ جو شخص ۴۰ گائیں یا ۱۰۰ بکریاں ذبح کرتا ہے وہ گویا ایک آدمی کو قتل کرتا ہے(بحوالہ کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی مرہون منت ہے؟ صفحہ 92)

مندرجہ بالا یہ حوالے بہت اچھی طرح صوفیاء کے مزاج پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح فراخ دلی سے انہوں نے ہندو نظریات واعمال کا خیر مقدم کیا اور نہ صرف یہ کہ ان اعمال کو خود اپنایا اور انہی نظریات کی راہنمائی میں اپنے مذہب کے اصول وضع کئے بلکہ اپنی عوام کو بھی ہندوؤں کی اندھی تقلید پر لگا دینے کا سبب بنے۔اب چونکہ دیگر دیوی اور دیوتاؤں کے ساتھ ہندو مردانہ شرمگاہ کی بھی عبادت کرتے ہیں اس لئے صوفیاء بھی ہندوؤں کی جانب اپنے جھکاؤ اور دلی میلان کے سبب اس سے متاثر ہوئے۔ہندو نظریات سے مرعوب ہونے اور انہیں ہو بہو اپنا لینے کے باوجود صوفی حضرات کھل کر عضو تناسل کی پوجا نہ کر سکے کہ اس میں انکی اپنی رہی سہی اسلامی حیا بھی کسی قدر آڑے آئی اور عوام الناس کی طرف سے اس عمل کو سختی سے رد کئے جانے کا ڈر اور خوف بھی انہیں اس شرمناک عمل سے باز رکھنے کی وجہ بنا۔لہٰذا انہوں نے بیچ کا ایک راستہ نکالا اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے عضو تناسل سے اپنی عقیدت اور احترام کا اظہار اس طرح کیا کہ اسے اپنی کرامات کا ذریعہ اور آلہ بنا لیا اور یوں انکی کرامات بذریعہ عضو تناسل منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں اور انکی عوام نے بھی اسے سند قبولیت عطا کی اگر چہ مسلمان عوام نے عضو تناسل والی کرامات کو جس طرح پذیرائی بخشی اور ہندوؤں نے برسر عام جس طرح عضو تناسل کی پوجا کی اس میں صرف ظاہر کا ہی فرق ہے جبکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں رواج پذیر ان اعمال میں فی نفسہ کوئی فرق نہیں کہ انکی روح ایک ہی ہے جو ہندو کرتے ہیں وہ بھی عضو تناسل کی عبادت ہے اور جو مسلمان گھما پھرا کر کرتے ہیں وہ بھی عضو مخصوصہ کی عبادت سے ہی تعبیر ہوتا ہے۔

ہندو اپنے ایک عظیم دیوتا شیو کے عضو تناسل کی پوجا کرتے ہیں جسے شیو لنگ یعنی شیو کا عضو تناسل کہا جاتا ہے۔ہندی میں لنگ مخصوص مردانہ عضو کو کہتے ہیں۔مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: اس تریمورتی میں شوجی کا نمبر تیسرا ہے مگر اس کی پوجا سب سے زیادہ ہوتی ہے اور پوجا بھی اس کی شرمگاہ کی ہوتی ہے۔جسے ''لنگا'' کہا جاتا ہے۔(ہندو کا ہمدرد، صفحہ 167)
ہندی فلموں میں شیولنگ کی پوجا کے مناظر کثرت سے دیکھنے کو ملتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر بھارتی فلموں کے رسیاء مسلمان اس شرمناک بت کی شکل اور نام سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ انکی اکثریت اس بت کے عضو تناسل ہونے سے ناواقف ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس بت کی شکل عضو تناسل کی نامکمل ہیت پر تخلیق کی جاتی ہے۔نامکمل اس لئے کہ اس میں سپاری کا حصہ شامل نہیں ہوتا اسکا سبب شاید یہ ہو کہ ہندوؤں کے نزدیک انکے دیوتا کا عضو تناسل سپاری یا حشفہ سے محروم رہا ہوگا! یا پھر دیوتا اور انسان کے مراتب میں عظیم تفاوت کی بنا پر ہندوؤں نے انسانی اور دیوتائی ذکر میں فرق قائم کرنے کے لئے دانستہ ایسا کیا ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ عبادت کی خاطر اسکی جو تمثیل تیار کی جاتی ہے اس میں بھی سپاری غائب ہوتی ہے اور یہ ایک سادہ سے ڈنڈے کی شکل میں ہوتا ہے جو آگے کی جانب سے گول ہوتا ہے۔یہ بت عموماً کالے رنگ کے پتھر پر مشتمل ہوتا ہے دیگر مذہبی رسومات کے ساتھ اسے دودھ سے غسل بھی دیا جاتا ہے۔اور ایک خاص تہوار والے دن دودھ کے علاوہ دیگر اشیاء کے ساتھ اسے نہلایا

جاتا ہے۔اس بابت مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: ''شوارتری'' کے دن کا تہوار اس طرح منایا جاتا ہے کہ ''لنگا جی'' کو گائے کی پانچ مقدس اشیاء سے اشنان (غسل) کرایا جاتا ہے۔ان پانچ چیزوں کو ''پنچا گاؤ'' کہا جاتا ہے۔

(۱) دودھ

(۲) لسی (sour Milk)

(۳) پیشاب

(۴) مکھن

(۵) گوبر (ہندو کا ہمدرد، صفحہ 216)

وکی پیڈیا کے مطابق ہڑپہ اور موئن جودڑو کی تہذیب کے جو آثار سندھ میں دریافت ہوئے ہیں ان میں ملنے والی مہروں میں سے ایک پر ایک دیوتا کی تصویر ہے۔دیوتا ننگا ہے اور آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے۔اس کا عضو استیادہ ہے۔مارشل کا خیال ہے یہ شیو کی ایک پرانی شکل ہے اس کے علاوہ کچھ مستدیر شکل کے پتھر دستیاب ہوئے ہیں۔جن کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ یہ لنگ ہیں۔ہندوؤں میں اس کی پوجا شیو سے مخصوص ہے۔مگر وادی سندھ میں اس کی پوجا کس دیوتا کے متعلق ہے کہا نہیں جا سکتا۔(دیکھئے: وکی پیڈیا، مضمون ''وادی سندھ تہذیب کا مذہب'')

ڈاکٹر محمد آفتاب خان ۱۲۰۰ قبل مسیح کی ایک قدیم قوم (Phonicia) کے بارے میں لکھتے ہیں: ان لوگوں کے ''بڑے خدا'' کا نام آشر تھا جس کے معنی مرد کے عضو تناسل کے ہیں جسے وہ بہت متبرک اور خوشی کا باعث سمجھتے تھے...ایک نوجوان لڑکی شادی سے قبل آشر بت کے پتھر کے عضو تناسل کو اپنے جنسی اعضاء کے ساتھ رگڑنے کو ضروری سمجھتی تھی اور انکے نزدیک یہ کوئی عیب کی بات نہ تھی۔(جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 132)

مصر کے بارے میں جو بت پرستی کا گڑھ تھا محمد آفتاب خان کا کہنا ہے: قدیم مصری تہذیب میں بتوں کو ایسے جنسی عضو کی شکل میں دکھایا گیا ہے جو انسان کے عضو مخصوص سے مشابہت رکھتا تھا اور جس پر پجاری اور دیگر لوگ تیل اور خوشبو دار اشیاء کا چھڑکاؤ کرتے تھے۔(جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 132)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو تناسل کی عبادت موجودہ زمانہ کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں بلکہ اسکی جڑیں زمانہ قدیم میں پیوست ہیں۔پتا چلا کہ عضو تناسل انسان کی مذہبی ضرورت کو پورا کرنے کے کام بھی آتا ہے۔قدرت کی جانب سے ہر انسان میں ایک عظیم اور طاقتور ہستی کو تسلیم کرنے اور اسکی عبادت کرنے کی طلب اور خواہش ودیعت کی گئی ہے۔چنانچہ دنیا کا ہر انسان کسی خدا کی تلاش اور اسکی رضا کے حصول کی کوشش میں سرگرداں نظر آتا ہے۔اسی کوشش میں حضرت انسان شجر، حجر، حیوان اور اپنے جیسے ہی انسان میں مافوق الفطرت کرامات، قوتیں اور صلاحتیں تسلیم کر کے انکی عبادت کرتا اور اپنی اس فطری ضرورت کی تکمیل کرتا نظر آتا ہے۔ان میں بدترین اور بے شرم وہ لوگ ہیں جو کسی معبود کو ماننے اور اسکی پرستش کرنے کی اپنی بنیادی طلب اور ضرورت کو عضو تناسل کی پوجا کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اللہ کو چھوڑ کر کروڑوں جھوٹے معبودوں کے آگے سر جھکانا اور انہیں خوش اور راضی رکھنے کے لئے مختلف عبادات بجالانا ویسے ہی انسان کی ذلت اور رسوائی کے لئے کافی ہے لیکن انسانی شرمگاہ کی عبادت تو پستی اور ذلت کی آخری حد ہے۔

جاپان میں مارچ کے مہینے میں ایک مذہبی تہوار منایا جاتا ہے۔جسے مقامی زبان میں کانامارا متسوری (kanamara matsuri) کہا جاتا ہے۔اس تہوار کے موقع پر مقامی لوگ مرد کے عضو تناسل کو لکڑی اور دیگر کھانے پینے کی اشیاء کی مدد سے بناتے ہیں یہ جاپان کا سالانہ عضو میلا ہے

جس کا آغاز کاواساکی (kawasaki) کے علاقہ شنتو میں ہوتا ہے اور پھر پورے شہر میں اس علامتی عضوتناسل کو گھمایا جاتا ہے۔اس میلے میں لوگ جوق در جوق شریک ہوتے ہیں اس موقع پر ہزاروں لوگ رنگ برنگے چھوٹے بڑے عضو اٹھائے شہر کی گلیوں میں جلوس نکالتے ہیں۔اور یہ جلوس مختلف شاہراہوں سے گزرتے ہوئے گانایاما مندر پہنچ جاتے ہیں جہاں مرکزی تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے۔اس مندر کی عمارت بھی ایک دیوہیکل عضو کی شکل میں تعمیر کی گئی ہے اور کہتے ہیں کہ صدیوں سے یہ جگہ جسم فروش عورتوں کی پوجاپاٹ کا مرکز ہے اس میلہ کے موقع پر عضو کی شکل کی ٹافیاں ،کی چین، چہرے پر پہننے والے ماسک ،لولی پاپ اور ٹوپیاں بھی بہت زیادہ فروخت ہوتی ہیں۔اسی پر بس نہیں بلکہ مختلف سبزیاں اور پھل جیسے مولیاں اور تربوز وغیرہ بھی عضوتناسل کی شکل میں تراش کر فروخت کے لئے پیش کیے جاتے ہیں۔ میلے میں شرکت کے لئے آنے والے لوگ سر پر عضو کی شکل والی ٹوپی پہن کر اسی شکل والا لالی پاپ چوستے ہیں اسکے علاوہ عضوتناسل کی شکل کے ماسک بھی چہرے پر سجائے نظر آتے ہیں۔مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ تہوار ہزاروں سال قدیم ہے اور اس کا اصل مقصد نسل انسانی کی صحت مند افزائش کے لئے دعا کرنا اور محفوظ جنس کا پرچار کرنا ہے۔اس عجیب وغریب فرقے کے ماننے والے لوگ مردانہ عضو کو اٹھائے پورے شہر کا چکر لگواتے ہیں اور پھر آخر کار اسے مندر میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں پورا سال اس کی پوجاپاٹ کی جاتی ہے

لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوؤں کا شیولنگ دیوتا تو محض ایک علامتی عضوتناسل ہے جو حشفہ کے بغیر ایک ڈنڈے کی شکل میں ہوتا ہے جس کی بنا پر ایک عام آدمی پہچان بھی نہیں پاتا جب تک اسے اسکی اصلیت کا علم نہ ہو جبکہ جاپان میں جو عضو خاص کا مذہبی میلہ لگتا ہے اس میں بڑے بڑے عضو ہو بہو اصلی عضوتناسل کی شکل میں ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک انجان شخص بھی پہلی ہی نظر میں جان جاتا ہے کہ یہ لوگ مردانہ عضوتناسل کی عبادت کر رہے ہیں۔

آخر کیا سوچ کر ننگ آدمیت مشرکوں نے شرمگاہ جیسے عضو (جسے انسان ڈھانپ کر رکھتا ہے اور اسکی نمائش میں شرم وحیا محسوس کرتا ہے) کی علی الاعلان پوجا شروع کی؟ اس سوال کے جواب کے لئے اگر دین حق سے بے بہرہ انسانی سفلی نفسیات کا جائزہ لیا جائے تو اس کے محرکات میں خوف ورجا جیسی کیفیات کارفرما نظر آتی ہیں اس لئے کسی چیز سے خوف کھانا اور کسی چیز کو فائدہ مند سمجھنا بھی بعض اوقات اس چیز کی عبادت پر منتج ہوتا ہے۔ چناچہ تاریخ مذاہب عالم ناطق ہے کہ حضرت انسان نے ڈر اور حرص وطمع کے جذبے کے تحت ایسی چیزوں کی بھی عبادت کی ہے جن سے وہ خوف کھاتا تھا اور ان اشیاء کی بھی جن سے اسے فیوض وبرکات حاصل ہوتے تھے۔نقصان دہ اشیاء کی عبادت کا مقصد یہ تھا کہ انہیں بندگی کے ذریعہ خوش رکھا جائے تاکہ وہ چیزیں انسان کو نقصان نہ پہنچائیں اور فائدہ مند اشیاء کی پوجاپاٹ ان چیزوں سے مزید فوائد کے حصول کے لئے تھی تاکہ اپنی عبادت سے راضی ہو کر وہ چیزیں انسان کو مزید فائدہ بہم پہنچائیں یا پھر کم از کم جاری فائدہ کو منقطع نہ کریں۔موجودہ ادوار میں سانپ، درخت اور گائے وغیرہ کی پوجا اس کی امثال ہیں۔

مولانا امیر حمزہ ہندوؤں کے مشہور تہوار دیوالی والے دن انکی خصوصی عبادات کے بارے میں لکھتے ہیں: دیہات میں لوگ اپنے مویشیوں کو ہار سنگھار کر کے انہیں مزین کرتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔اس لئے کہ یہ جانور ان کی آمدنی اور روزی کا ذریعہ ہیں۔(ہندو کا ہمدرد، صفحہ 222)

کوتلیہ چانکیہ جو کہ عظیم ہندو مفکر تھا اپنی کتاب ارتھ شاستر میں آگ، دریا، سمندر، پرندوں، حشرات الارض اور چوہوں کے نقصانات سے بچنے کے لئے ہندوؤں کو انکی پوجا وعبادت کا مشورہ دیتا ہے۔لکھتا ہے: موسم گرما میں آگ سے بچاؤ کے لئے عام دنوں کے علاوہ چاند کی پہلی تاریخ اور چاند رات کو خصوصاً آگ کی عبادت کی جائے اور چڑھاوے چڑھائے جائیں۔(ص ۲۷۳)

سیلاب سے بچنے کے لئے نوچندی اور چاند رات کو دریا کی عبادت کی جائے۔خشک موسم میں نوچندی اور ''پورن ماشی'' یعنی چودھویں کے چاند کی رات کے موقع پر پربتوں (پہاڑوں) اور سمندر کی عبادت کی جائے۔(ص ۲۷۳)

نوچندی اور پورے چاند (چودھویں رات کے چاند) کی رات کو ''چوہا پوجا'' کی جائے۔ اس طرح کے طریقے ٹڈیوں، پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں سے بچنے کی غرض سے اختیار کئے جائیں۔ (ص ۲۷۵) (بحوالہ ہندو کا ہمدرد، صفحہ 256,255)

پس ان پیش کردہ معروضات سے ظاہر و باہر ہے کہ مردانہ عضو کی عبادت بھی فائدہ کے قبیل سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ عضو تناسل کے پجاریوں سے اس کا ثبوت بھی ملاحظہ فرمالیں:

جاپان میں مردانہ ایستادہ شرمگاہ (تنے ہوئے عضو تناسل) کی عبادت کے آغاز و ابتداء کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ 1600 عیسوی کا زمانہ زنا کی کثرت کی وجہ سے طوائفوں کی بہتات کا دور تھا۔ چنانچہ پہلے پہل یہ طوائفیں جنسی امراض سے محفوظ رہنے کے لئے اس مخصوص مندر میں عضو تناسل سے دعا کرنے آتی تھیں۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ عام لوگ بھی عضو تناسل سے اپنی کامیاب اور لمبی ازدواجی زندگی، اور صحت منداولاد کے حصول کے لئے دعائیں کرنے لگے۔ یہ مندر تقریباً چار ہزار سال سے زائد عضو تناسل کی عبادت کا مرکز ہے۔

مولانا امیر حمزہ ہندوؤں میں شیوجی کی شرمگاہ کی پوجا کی وجہ اور مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عورتیں خصوصی طور پر نور تری میں شامل ہوتی ہیں اور عقیدہ رکھتی ہیں کہ اس سے ان کے شوہروں اور بیٹوں کے معاملات سنور جاتے ہیں۔ جبکہ غیر شادی شدہ عورت شوجی کے لنگا جی کی پوجا کر کے یہ امید رکھتی ہے کہ اسے ایسا خاوند ملے گا جو شوجی جیسا ہوگا۔ (ہندو کا ہمدرد، صفحہ 216)

ہندو کا شرمگاہوں کو پوجنا تو قرین قیاس و عقل ہے کہ بے حیائی اور بے شرمی ان کے مذہب کا اہم اور خاص حصہ ہے اور تو اور انکے دیوتا اور دیویاں تک زنا اور شرمناک حرکات میں ملوث رہے ہیں۔ لہٰذا ان بدکار دیوتاؤں اور دیویوں کے ماننے والوں کی اخلاقی حالت کا انتہائی زوال کسی حیرت کا باعث نہیں بلکہ انکے ہاں تو شرم وحیا کا جتنا بھی جنازہ نکلے کم ہے۔ اس بابت ڈاکٹر محمد آفتاب خان لکھتے ہیں: ہندوؤں میں جنسیت مذہبی رسومات اور عبادت کی ایک اہم ترین شکل سمجھی جاتی ہے۔ (جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 134)

چنانچہ ہندوؤں اور شرمگاہ کے پجاری دوسرے کفار کا معاملہ تو واضح ہے لیکن حیرت تو ان اسلام کے نام لیواؤں پر ہے کہ جن کا پاکیزہ مذہب کسی ادنیٰ سی بے شرمی کا بھی جواز فراہم نہیں کرتا تو آخر یہ لوگ کیونکر شرمگاہوں کی عقیدت و عبادت میں ملوث ہوئے؟ آخر جب اسلام نہیں تو وہ کس کی عطا کردہ بنیادیں ہیں جن کو وجہ بنا کر یہ مسلمان پستیوں اور ذلتوں کی آخری انتہاؤں کو پہنچے؟

عضو تناسل کے کثیر اور ان گنت مصارف میں سے ایک مصرف اس کا بطور تبرک استعمال ہونا بھی ہے۔ مولانا امیر حمزہ اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس ضمن میں ایک واقعہ جو دلچسپی اور حیرانی سے خالی نہیں قابل ذکر ہے۔ میرے ایک دوست ''ابوجواد'' جو نو سال تک انڈیا کی جیلوں میں رہے... مجھے بتلانے لگے کہ مجھے عدالت میں پیشی کے لئے انڈیا کے ایک شہر سے دوسرے شہر تک پولیس لے جانے لگی۔ ہم جب ٹرین سے اترے تو کچہری کی طرف چلتے ہوئے راستے میں ایک ''ہندو آشرم'' کے باہر بہت بڑا اژدھام دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں ایک بہت بڑے بزرگ کی زیارت کی جا رہی ہے۔ اب پولیس والے بھی اس کی زیارت کو آگے بڑھے۔ جب ہم اس بزرگ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ننگ دھڑنگ یعنی بالکل برہنہ سنیاسی چوکڑی مار کر بیٹھا ہے اور اس کی شرمگاہ کی ایک شریان سے لوہے کا کیل آر پار کیا ہوا ہے۔ یہ بزرگ ''شیوجی'' کا پجاری تھا اور میں دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ہندو عورتیں، مرد اور بچے آگے بڑھ بڑھ کر تبرک کے طور پر اس بزرگ کی ''شرمگاہ'' کو چھو رہے تھے۔ بعض عورتیں ایسی بھی تھیں جو فروٹ اور طرح طرح کے کھانوں کو اس شرمگاہ کے ساتھ لگاتیں اور یوں متبرک بنانے کے بعد اسے واپس لے جاتیں۔ (ہندو کا ہمدرد، صفحہ 172,171)

اسلام کے جھوٹے دعویدار صوفی و بریلوی حضرات کا حال بھی ان ہنود سے چنداں مختلف نہیں ہے۔ان کے ہاں بھی ولایت کی بلندیوں پر فائز ایسے مادرزاد ننگے ولی پائے جاتے ہیں جن کے برہنہ جسمانی اعضاء سے مس ہوکر چیزیں متبرک ہوجاتی ہیں پھر وہ عضو چاہے اس ننگے ولی کا ذکر ہی کیوں نہ ہو۔مولانا امیر حمزہ ایک سابقہ صوفی کی آپ بیتی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہاں ایک اور بات عرض کردوں کہ بابا حضور کبھی کبھی سوائے قمیض کے اور کوئی کپڑا نہیں پہنتے تھے۔اور جو بھی مرد و زن یہاں آتے وہ بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ لوگ حضرت کے ننگے بدن سے چیزیں لگا کر کھاتے یا متبرک سمجھ کر گھروں میں لے جاتے تھے۔اور سمجھتے تھے کہ بامراد واپس جا رہے ہیں۔(شاہراہ بہشت، صفحہ 71)

عضو تناسل کو ہندوؤں کے دیوتاؤں نے بطور سزا بھی استعمال کیا ہے۔آگے آنے والا واقعہ اس کا ثبوت ہے۔ملاحظہ ہو امیر حمزہ رقمطراز ہیں: اندرا گاندھی جو ہندوستان کی وزیر اعظم اور نہرو کی بیٹی تھی۔دنیا کی معروف ترین شخصیت تھی۔تاہم اس نام سے ہندوؤں کا ایک دیوتا ہے جس نے اپنے گورو گوتم جی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی۔بیوی بھی رضامند ہوگئی۔گوتم کو پتا چلا تو اس نے اندرا کو سراپ (بددعا) دی۔اس کا اثر یہ ہوا کہ اندرا کے جسم پر ہزاروں شرمناک اعضاء اگ آئے۔اندرا اس پر رویا سٹپٹایا تو دیوتاؤں نے اعضاء کو آنکھوں سے بدل دیا۔چناچہ اب اس کے جسم پر ہزاروں آنکھیں بن گئیں۔(ہندو کا ہمدرد، صفحہ 190)
بالا واقع میں ذکر کردہ شرمناک اعضاء عضو تناسل تھے جو اندرا کے پورے جسم پر سزا کے طور پر اگ آئے تھے۔

دنیا میں کچھ ایسے جاندار بھی پائے جاتے ہیں جو بوقت ضرورت اپنی جنس تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔جب انہیں حاجت ہوتی ہے وہ بڑی آسانی سے نر سے مادہ اور مادہ سے نر میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔پیرٹ فش (Parrotfish) کلاؤن فش (Clownfish) راس (Wrasse) ایسے جانداروں کی امثال ہیں۔
اسی طرح بعض ایسے حیرت انگریز جاندار بھی وجود رکھتے ہیں جن کے جسم میں بیک وقت نر اور مادہ کے جنسی اعضاء موجود ہوتے ہیں۔لیکن اسکے باوجود وہ جنسی عمل میں خود کفیل نہیں ہوتے اور جنسی عمل کے لئے انہیں دوسرے ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔دوسرے ساتھی کے دستیاب ہونے پر دونوں میں اس بات پر لڑائی ہوتی ہے کہ نر کا کردار کون ادا کرے گا اور مادہ کے فرائض کون انجام دے گا۔دونوں میں سے جو لڑائی میں فتح پاتا ہے وہ نر بنتا ہے اور دوسرے کو مادہ کا کردار نبھانا پڑتا ہے۔فلیٹ وارم (Flatworm) ایسے ہی جانداروں کی ایک قسم ہے۔
اب آیئے اس بات کی طرف جس کے لئے متذکرہ بالا تمہید باندھی گئی ہے۔عرض ہے کہ سمندر ہی میں ایک لمبا گول قدرے چپٹا ایک ایسا جاندار بھی پایا جاتا ہے جس کا ایک سرا نر جنسی عضو اور دوسرا مادہ جنسی عضو کا حامل ہوتا ہے۔اس جاندار کی خاص اور قابل حیرت خصوصیت یہ ہے کہ اسے جنسی مقاربت کے لئے کسی ساتھی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ یہ ضرورت خود اپنے ہی نر اور مادہ عضو سے پوری کرلیتا ہے اور خود ہی حاملہ بھی ہوجاتا ہے۔اب اگر اسی تناظر میں ہم یہ دعویٰ کریں کہ بعض انسان بھی اسی خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں بس فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اس عمل سے خود کو حاملہ نہیں کرپاتے لیکن اپنی جنسی ضرورت و خواہش کو کسی قدر ضرور پورا کرلیتے ہیں تو آپ ہمیں مخبوط الحواس قرار دیں گے۔لیکن یہ سچ ہے آئندہ پیش کئے جانے والے حوالے کو پڑھ کر آپ کو یقین آجائے گا کیونکہ اکثر لوگ اس حوالے سے اچھی طرح واقف ہیں۔تو لیجئے حوالہ حاضر ہے۔
حنفیوں کی مذہبی کتاب درمختار ''شریف''، میں مندرج ہے: یعنی دبر میں حشفہ داخل کرنے سے اس وقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی دبر میں حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے۔(ترجمہ اردو درمختار، جلد اوّل، کتاب الطہارت، صفحہ 93)

احناف اپنے ایسے مسائل کو پڑھ کر ان سے جان چھڑانے کی خاطر یا پھر مخالف کا منہ بند کرنے کی غرض سے غیر مفتی بہا (یعنی فقہ حنفی کا وہ مسئلہ جس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا) ہونے کا شور مچاتے ہیں۔حالانکہ انکا یہ طرز عمل دفع الوقتی کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیتا اور وہ بھی ہمیشہ نہیں اکثر انہیں منہ کی کھانی

پڑتی ہے جیسا کہ زیر بحث معاملہ ہے لہٰذا ایسے جذباتی اور دھوکہ باز مقلدین کی تسلی کے لئے مفتی بہا مسئلہ (یعنی جس مسئلہ پر فتویٰ دیا جاتا ہے) پیش خدمت ہے:

اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (علم الفقہ اردو، حصہ اوّل، صفحہ 119)

تشویشناک بات یہ ہے کہ یہ احناف کو روزمرہ پیش آنے والا عام مسئلہ ہے چنانچہ صاحب علم الفقہ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی اس کتاب میں درج کیئے گئے مسائل کی غرض و غایت کے متعلق رقمطراز ہیں: اس حصہ میں نکاح، طلاق، خلع، مہر، میراث وغیرہ کے مسائل واحکام درج ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے ایسے تمام مسائل جو روزمرہ زندگی سے متعلق ہیں۔ (علم الفقہ اردو، حصہ اوّل، صفحہ 8)

نیز ایک جگہ اور ارشاد فرماتے ہیں: علم الفقہ اسلامی احکام ومسائل کی ایسی جامع اور مستند کتاب ہے کہ لوگ اس کی موجودگی میں دوسروں سے مسائل پوچھنے کی زحمت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا خود ہی حل تلاش کر کے اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ (علم الفقہ اردو، حصہ اوّل، صفحہ 7)

عبدالشکور فاروقی صاحب آپ نے بالکل بجا فرمایا واقعتاً یہ اور دیگر فقہی مسائل ایسے ہیں کہ کوئی حنفی بدنامی کے خوف سے مشکل ہی سے اپنی ان حرکتوں کا تذکرہ کسی کے سامنے کرے گا۔ چنانچہ انکی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جن سے مسئلہ بھی حل ہو جائے اور ایک حنفی کی لاج بھی رہ جائے۔ خیر یہ تو خودلذتی کے وہ طریق ہیں جو احناف کا خاصہ ہیں لیکن جو مسلمان صحیح الفطرت ہیں وہ تو یہ جانتے ہیں کہ مرد کو جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے لازمی جنس مخالف کی ضرورت درپیش ہوتی ہے اور یہی ضرورت نکاح کی بنیاد ہے۔ اگر یہ ضرورت لاحق نہ ہوتی تو شاید ہی کوئی مرد بیوی اور بچوں کی کفالت اور پرورش کے جھنجھٹ میں پڑتا لیکن آفرین ہے حنفی اماموں کی بے مثال اور قابل قدر فقاہت پر کہ انہوں نے شادی کی ذمہ داریوں سے نفرت کرنے والے طبقہ کے لئے اس مسئلہ کا بھی حل ڈھونڈ نکالا اور مرد کو اپنا عضو تناسل اپنی ہی دبر میں داخل کرنے کا نسخہ کیمیا عطا کر کے جنس مخالف کی ضرورت سے بے نیاز اور مستثنیٰ کر دیا۔ آئمہ احناف سے پہلے شاید ہی غریب اور مظلوم عضو تناسل کا یہ مصرف کسی کے شیطانی ذہن میں آیا ہوگا اور اگر بالفرض کسی نے اس بارے میں سوچا بھی ہو تو پھر بھی یہ تو یقینی ہے کہ کسی مائی کے لال نے اس مسئلہ کو مذہبی رنگ دے کر اسے شرعی مسائل کی کتب میں درج کرنے کی کوشش تو بہرحال نہیں کی۔ اس سے حنفی اماموں کی جنسی معاملات میں بے پناہ ذہانت وفطانت انکی جرات اور بلند پایا ہمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور یہ بھی کہ ان ہمدرد اماموں کو اپنے بدکردار مقلدین کے مسائل کا کتنا درد تھا۔

جو لوگ حنفیت کے ٹھیکیداروں کے اس پیش کردہ حل کو ناممکن گردانتے ہیں وہ حنفی فقہاء کو بے وقوف نہ سمجھیں کیونکہ یہ ہرگز کوئی ناممکن فعل نہیں بلکہ بعض مرد بجا طور پر اس فعل پر قادر ہوتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں میں آگاہی پیدا کی جائے اور جو حنفی مرد اس کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اپنے اس ہنر سے لاعلم ہے تو وہ تھوڑی سی کوشش سے اسے باآسانی دریافت کر سکتا ہے۔ موجودہ حنفی مقلدین خوش نصیب ہیں کہ وہ جدید سائنس کے ایک ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جہاں کوئی شعبہ زندگی حتی کہ حیات کا کوئی ادنی گوشہ بھی تعمیر وترقی اور تحقیق سے محروم نہیں اور بظاہر ناممکن نظر آنے والے افعال بھی سائنسی کرشموں کی بدولت ممکن ہو رہے ہیں۔ احناف کو چاہیے کہ انسانیت کی خدمت کے جذبے کے تحت خصوصاً ایسے حضرات جو شادی کی بھاری ذمہ داریوں سے اپنا دامن بچانا چاہتے ہیں اور وہ مرد جو شادی کی نعمت سے محروم تجرد کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ان پر احسان کرتے ہوئے اکابر فقہاء کے اس نابغہ روزگار حل کے لئے ایسے عملی سائنسی طریقے دریافت وایجاد کریں کہ مجرد اور دیگر ضرورت مند لوگ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا کر حنفی اکابرین کے حسنات میں اضافہ کر سکیں۔ کیونکہ جن مردوں کو تن تنہاء زندگی گزارنی پڑتی ہے یا جن کو فی الحال جنس مخالف کا ساتھ دستیاب نہیں ان کے لئے تو یہ عمل کسی نعمت غیر مترقبہ سے ہرگز کم نہیں کیونکہ یہ طریقہ کار جنسی لذت کے لحاظ سے مشت زنی سے تو بہرحال بہتر ہے کیونکہ مباشرت کے قریب قریب ہے۔

بے قدرے حنفی مقلدین نے تو اپنی فقہ کے اس حل سے اب تک بڑے پیمانے پر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا لیکن اہل مغرب نے فقہ حنفی کے اس حل سے خوب استفادہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے اس فعل کو Self Fucking کا نام دیا ہے۔ تحقیق پسند حضرات اسی عنوان سے انٹرنیٹ پر اس کے علمی مظاہر دیکھ سکتے ہیں۔ اس بصری مشاہدے کے بعد یقیناً لوگوں کے ذہن سے اس عام غلط فہمی کا ازالہ ہوجائے گا کہ ''خود مباشرت'' (Self Fucking) کوئی ناممکن کام ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مردوں کی ایک معقول تعداد اپنے ہی آلہ تناسل کو اپنی ہی دبر میں داخل کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتی ہے۔ پس اس پوشیدہ اور مخفی صلاحیت کو تلاش کرنے کی دیر ہے۔

عضو تناسل کی عبادت کے بارے میں عمومی رویہ یہی ہے کہ پجاری حضرات دوسرے لوگوں خصوصاً مقدس شخصیات کے عضو مخصوص کی پوجا کرتے ہیں جیسے ہنود میں شیو جی نامی دیوتا کے عضو مخصوص کی عبادت کی جاتی ہے اسی طرح زمانہ قدیم میں بھی آلہ تناسل کی عبادت کی جاتی تھی لیکن وہاں بھی وہ عضو کسی دوسری معزز مذہبی شخصیت سے منسوب ہوتا تھا۔ لیکن اپنے ہی عضو تناسل کو اپنا رب بنا لینے کا عقل وفہم سے عاری اور انسانیت کو شرما دینے والا نادر واقعہ بھی ہندو مذہب کی زینت ہے۔ مولانا امیر حمزہ رقمطراز ہیں: اسی طرح ''تحفۃ الہند'' نامی کتاب میں ہندوؤں کی کتابوں کے حوالے سے برہما دیوتا کے بارے میں بتلایا گیا ہے: ''ایک رات برہما دیوتا نے اپنی شرم گاہ کی کوئی انتہا نہ پائی۔''
جبکہ شو پوران میں لکھا ہے: ''برہما ہنس کی شکل بن کر دس ہزار سال تک دوڑتا رہا، مگر وہ انتہا کو نہ پہنچ سکا۔ چنانچہ اس نے جان لیا کہ یہ (شرم گاہ ہی) میرا خالق و مالک ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک!) (مذہبی وسیاسی باوے، صفحہ 99)

یہ تو ہندو کا گندہ عقیدہ تھا لیکن اب نام نہاد مسلمانوں کی بھی سنیئے جنھوں نے ہر معاملہ میں ہنود کی تقلید اور نقالی کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اپنے اکابر کا ایک واقعہ سپرد قلم وقرطاس کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ ایک شور مچ رہا ہے۔ انہوں نے مولوی نصیر الدین صاحب سے فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ کیا شور ہے وہ گئے اور شاہ صاحب سے واپس آکر کہہ دیا کہ حضرت کوئی بات نہیں۔ یونہی بیہودہ شور ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ علم شے بہ از جہل شے، تم جا کر اس کی اصل وجہ معلوم کرو۔ جب شاہ صاحب نے اصرار فرمایا تو انہوں نے مجبوراً عرض کیا کہ حضرت ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے اور اپنے عضو تناسل کو تانے ہوئے اور اس میں ڈورا باندھے ہوئے ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ الف ہے اللہ کا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کی کمر میں اتنی زور سے لات مارو کہ وہ گر پڑے اور کہو او بے وحدت خود منڈے کیا بکتا ہے۔ (خود منڈے، بے پیرے، خودرو) الف خالی ہوتا ہے اور اس کے نیچے دو نقطے ہیں۔ چنانچہ مولوی نصیر الدین صاحب نے ایسا ہی کیا۔ اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اس فقیر کے پیچھے تالی بج گئی اور وہ نہایت خفیف ہوکر چل دیا۔ غرض ان حکمتوں سے شاہ صاحب نے باطل کو شکست دی ہے۔ (ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء، صفحہ 36)

شاہ صاحب کا جواب سنکر شرمندہ ہوکر چل دینے سے ثابت ہوا کہ وہ فقیر صاحب مجذوب نہیں تھے بلکہ پورے ہوش وحواس میں کفر بک رہے تھے اور شاہ صاحب بجائے اسکے کہ اس فقیر پر کفر وگستاخی کا فتویٰ لگاتے اور اسے ذلیل ورسوا کرکے وہاں سے نکالتے اسے منطقی جواب سے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس پر مستزاد کہ جیسی گستاخی فقیر نے کی شاہ صاحب نے بھی اپنے منطقی جواب میں ویسی ہی گستاخی کا ارتکاب کیا اور ظلم یہ ہے کہ اس دیوبندی واقعہ کے راوی گستاخی کے جواب میں گستاخی کو باطل کی شکست سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اور صاحب کتاب اشرف علی تھانوی صاحب کی بزرگوں سے غلو کی حد تک عقیدت ملاحظہ فرمائیں کہ لوگوں کے ذہنوں میں اپنے اکابر کی جھوٹی عظمت اور ذہانت کی دھاک بٹھانے کی خاطر اللہ کی شان میں ایسی گستاخانہ عبارت نقل کر رہے ہیں۔ اوّل تو اگر ایسا کوئی بے ہودہ واقعہ رونما ہوا بھی تھا تو اسے مکمل نظر انداز کرنا چاہیے تھا نہ کہ اسے کسی مذہبی کتاب کی زینت بنا کر اس کی تشہیر کی جاتی لیکن ان مقلدین کو اللہ کی آبرو سے زیادہ اپنے بزرگوں کی عزت کی فکر دامن گیر ہے جبھی انہوں نے

اللہ کی عزت جانے کی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنے اکابر کی منطقی صلاحیت ثابت کرنے کی خاطر لاکھوں لوگوں کو اس نا قابل تحریر و بیان واقعہ سے روشناس کرادیا اگر یہ ناعاقبت اندیش لوگ اس واقعے کی صفحہ قرطاس پرمنتقلی سے باز رہتے تو اللہ کی توہین میں اپنا حصہ شامل کرنے سے خود کو بچا لیتے لیکن پھر اس سے وہ اصل مقصود حاصل نہ ہوتا جو اپنے بزرگوں کی بیان شان سے مطلوب تھا۔اس فقیر نے تو یہ گستاخی ایک مرتبہ کی لیکن اسے ضبط تحریر میں لا کر یہ لوگ بار بار اللہ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔یہ تو ایسا واقعہ ہے جسے زبان پر بھی نہیں لایا جاسکتا کجا یہ کہ اسے تحریری شکل دے کر زندہ جاوید کر دیا جائے لیکن مقلدین بھی کیا کریں کہ اگر وہ یہ مبنی بر توہین واقعہ اور اسکا جواب عوام الناس کے علم میں نہ لاتے دوسری صورت میں اپنے اکابرین کی حکیمانہ صلاحتیں لوگوں کے علم میں کیسے آتیں؟!

اگر ہنود عضو تناسل کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں تو مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو (نعوذ باللہ من ذالک) آلہ تناسل کو اللہ یا اللہ کا حصہ قرار دیتے ہیں۔اشرف علی تھانوی کی کتاب سے نقل کردہ مذکورہ واقعہ اس کا ثبوت ہے۔اہل تصوف تو پہلے ہی ہندومت سے متاثر تھے لیکن عوامی سطح پر ہندو اور صوفی مذہب کے اس ملغوبے کو قبول عام بادشاہ اکبر کے دور میں حاصل ہوا۔مولانا امیر حمزہ لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت کے حالات کو تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو صورت حال کچھ یوں واضح ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کے حقائق کی عدم موجودگی میں جب اکبر نے صوفیت کے نظام کو ہی دین اسلام سمجھ لیا تو....اس نے خوشامدی امراء اور درباری علماء کے غلط مشوروں سے ہندومت اور مسلمانوں کی صوفیت کو غلط ملط کر کے اور اپنی ذہانت کو بروئے کار لا کر ''دین الہٰی'' کے نام سے نیا دین جاری کر دیا....یہی وجہ ہے کہ عقیدہ وحدت ادیان اور بعض مقامات پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک دوسرے کے بزرگوں سے یکساں عقیدت واحترام اور معاشرتی و مذہبی اختلاط کے آثار و باقیات آج تک برصغیر میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔(آسمانی جنت اور درباری جہنم، صفحہ 237)
مسلمان کی ہندو کے ساتھ مذہبی اور معاشرتی امور میں حد درجہ یگانگت کے بعد یہ کیسے ممکن تھا کہ ہندو شرمگاہوں سے اتنی محبت رکھتے کہ انہیں پوجتے اور اپنا خدا تسلیم کرتے جبکہ صوفی مسلمان اس قبیح عمل کو برا سمجھتے یا شرک کی یہ گھناؤنی شکل دیکھ کران کی پیشانیوں پر کوئی بل پڑتے بلکہ وہ تو خود اس عمل میں اپنے ہندو بھائی کے ساتھ شامل ہوگئے بس اپنا طریقہ واردات ہندو سے مختلف رکھا۔لہٰذا فقیر صاحب کے بالا خیالات اور بکواسات بھی ہندوؤں سے میل وملاپ، ان کا ادب واحترام اور ان سے محبت کا شاخسانہ ہے۔مسلمانوں کے مسائل چاہے وہ معاشرت سے متعلق ہوں یا پھر ان کا تعلق و واسطہ فروعات اور عقائد سے ہو ان پر ہندو مذہب کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔جب برصغیر کے مسلمانوں میں رواج پا جانے اور جڑ پکڑ جانے والے مسائل کے آغاز وابتداء کے بارے میں چھان بین اور تفتیش کی جاتی ہے تو انکے قلابے ہندو مذہب سے جا ملتے ہیں۔اکثر مسائل میں مسلمانوں خصوصاً صوفیاء نے ہندو نظریات کا بہت زیادہ اثر قبول کیا ہے یہی وجہ ہے کہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنی معرکتہ آلارا نظم جواب شکوہ میں ان مسلمانوں کی حالت زار پر جو کفر وایمان کا ملغوبہ بنے ہوئے ہیں برمحل اور سچا تبصرہ کرتے ہوئے کہا:
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں، جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود
طویل عرصہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے کے سبب مسلمانوں کی دینی حالت میں جو روز بروز بگاڑ پیدا ہوا اسے دور کرنے کے لئے کسی مستقل اور دیرپا حل کی تلاش کی کامیاب کوشش ہی دراصل دوقومی نظریہ کی اصل اساس بنی لہٰذا اس میں دوقومی نظریہ کے مخالفین کے لئے عبرت اور سبق موجود ہے کہ ہنود کی دوستی اور میل جول نے مسلمانوں کو سوائے خسارے کے کچھ نہیں دیا۔

دیر آئد درست آئد ہی سہی صد شکر ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ لمبی رفاقت اور ہمراہی اختیار کرنے اور اس دوران موقع بہ موقع ظاہر ہونے والی ان کی مسلمانوں کے خلاف دشمنی، بغض، کینہ، تعصب اور نفرت کا اچھی طرح تجربہ اور مشاہدہ کرلینے کے بعد دوقومی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے

والے پاکستان کو ایک غلطی اور جذباتی فیصلہ قرار دینے والے بھارتی مسلمان بھی اب اس دور اندیشانہ اور دانشمندانہ نظریے کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ پاکستانی صحافی صابر شاکر اپنے کالم ''مودی کو فیصلہ تبدیل کرنا پڑے گا!'' میں اس خوشگوار تبدیلی کے متعلق لکھتے ہیں: مودی سرکار کے اس اقدام پر مقبوضہ کشمیر کی دہلی نواز قیادت بھی پھٹ پڑی ہے۔ فاروق عبداللہ، محبوبہ مفتی اور عمر فاروق کھل کر اپنا موقف دے چکے ہیں۔ سب سے زیادہ اہم محبوبہ مفتی کا وہ ٹویٹ ہے جس میں انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے نظریے اور سوچ کو 72 سال بعد تسلیم کیا اور کہا ہے کہ دو قومی نظریے کی حقانیت کو تسلیم نہ کر کے ان سے بہت بڑی غلطی ہوئی اور یہ کہ پاکستان کو چھوڑ کر بھارت کے ساتھ جانے کا فیصلہ غلط تھا۔ (روزنامہ دنیا کراچی، بمطابق 9 اگست، 2019)

بعض عضوتناسل کے پرستار فرقہ پرست مولویوں نے عوام کی تعلیم و تربیت جیسے نیک کام کے لئے بھی اس ''عضو شریفہ'' کو تختہ مشق بنایا ہے۔ ہر چند کہ یہ نام نہاد دین کے ٹھیکیدار اس طریقہ کار کو فحش بھی جانتے اور تحریری طور پر اس فحاشی کو تسلیم بھی کرتے ہیں لیکن پھر بھی عضوتناسل کے بل بوتے پر علم وحکمت کے موتی بکھیرنے میں ذرہ برابر بھی شرم وحیا محسوس نہیں کرتے۔ اب چاہے یہ عضوتناسل انسانی ہو یا غیر انسانی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''پاکباز'' فقہ حنفی کے پیروکار مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رقمطراز ہیں: عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۳، صفحہ 292)

ہر چند کہ شریفانہ مثالوں اور حکایتوں کے ذریعے سے بھی لوگوں کی دینی تربیت اور عقائد و مسائل کی اصلاح کی جاسکتی ہے اور انہیں نیکیوں کی طرف راغب کرنے کے ساتھ گناہوں کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا جاسکتا ہے لیکن کیا کیجئے کہ یہ تو شریف النفس لوگوں کا کام ہے اور خبیث النفس مولویوں کے نزدیک تو عضوتناسل کے ذکر اور مثالوں کے ذریعے ہی لوگوں کی تعلیم و تربیت مناسب اور موثر ہے۔ اب اس انداز تعلیم کی ایک اور شرمناک مثال ملاحظہ فرمائیں کہ جس میں اپنے مریدوں کو دنیا کی بے ثباتی سمجھانے کے لئے پیر کی نظر انتخاب گدھے کے عضوتناسل پر جا کر ٹھہری ہے۔ قاری کو اس حکایت کی تشریح سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ اس سے دنیا کی بے ثباتی پر تو کیا روشنی پڑنی تھی البتہ دنیا کی رنگینیوں سے مریدوں کو خوب آشنا کروایا گیا ہے۔ اور اس پر ظلم عظیم یہ کہ ایسی بر مبنی فواحش کتاب کو مثل قرآن قرار دیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

مولانا جلال الدین رومی کی بیان کردہ حکایت کی شرح میں اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ایک لونڈی نے غلبہ شہوت اور اس کی تکلیف کی زیادتی کے سبب اپنے اوپر گدھا ڈالا۔ اس سے بیشتر وہ اس کو جماع کا عادی کر چکی تھی اور وہ گدھا آدمی کی سی جفتی سیکھ گیا تھا۔ اس ہوشیار لونڈی کے پاس ایک کدو تھا۔ اس کو اس نے گدھے کے عضوتناسل میں اندازہ کے لئے پہنا دیا تھا۔ یعنی اس بڑھیا نے اس کدو کو اس کے عضو مخصوص میں اس لئے پہنایا تھا تاکہ دخول کے وقت آدھا اندر جائے سارا نہ جاسکے۔ اس لئے کہ وہ جانتی تھی کہ اگر تمام اندر چلا گیا تو رحم آنتوں سب کا ستیاناس ہو جائے گا چونکہ وہ لونڈی اس سے ہمیشہ یہ کام لیا کرتی تھی اس لئے وہ گدھا دبلا ہوتا جاتا تھا اور گدھے کی مالک بی بی پریشان تھی اور سوچتی تھی کہ یہ گدھا اتنا دبلا کیوں ہوگیا۔ اس نے نعل بندوں کو بھی دکھلایا اور پوچھا کہ اسے کیا مرض ہے جو یہ یوں دبلا ہوتا جاتا ہے۔ مگر کسی کو بیماری کا پتہ نہ چلا... بالآخر وہ نہایت کوشش کے ساتھ اس کی تفتیش میں مصروف ہوئی اور تحقیق کے لئے پورے طور پر تیار ہوئی.... چنانچہ جب اس بی بی نے پوری کوشش سے اپنے گدھے کے حال کی تفتیش کی تو بالآخر اسے اس کا راز معلوم ہوگیا اور اس نے دیکھا کہ لونڈی اس کے نیچے پڑی ہے... اس حالت کو اس نے کواڑ کی درز

سے دیکھا تھا۔ اس بڑھیا کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا گدھا لونڈی سے یوں جماع کر رہا ہے جیسے مرد عورتوں کے ساتھ عقل اور قاعدہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ نیز اس کو رشک ہوا اور اس نے سوچا کہ جب ایسا ہو سکتا ہے تو میں اس کی زیادہ مستحق ہوں کیونکہ گدھا میرا ہے۔ نیز گدھا بھی سدھایا ہوا اور سکھلایا ہوا ہے اس لئے کوئی دشواری ہی نہیں ہے... یہ خیال کر کے اس نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا جیسے کہ دیکھا ہی نہیں اور دروازے پر تھپکی دی... ادھر لونڈی نے جب دیکھا کہ بی بی آ گئی تو اس نے بدمعاشی کا سارا سامان چھپا دیا اور دروازہ کھول دیا... اس نے لونڈی سے ویسے ہی پیار محبت کی باتیں کیں۔ جیسے بے قصوروں سے کرتے ہیں اس کے بعد کہا کہ اچھا سر پر دوپٹہ ڈال لے اور فلاں گھر میرا یہ پیغام لے جاو ہاں جا کر یوں کہنا ووں کہنا۔ ایسا کہنا ویسا کہنا۔

غرض اس نے بہت لمبا چوڑا کام بتا دیا... خیر تو جب اس پردہ نشین بڑھیا نے اسے چلتا کر دیا. تو اس نے دروازہ بند کر لیا اور خوشی خوشی گدھے کو جماع کے لئے کھینچا۔ جس کا اس نے خمیازہ بھگتا. تفصیل اس کی یہ ہے کہ وہ اس کی رسی پکڑ کر گھر میں لائی اور اس کے نیچے اسی کرسی پر چت لیٹ گئی۔ جس پر اس نے لونڈی کو لیٹے دیکھا تھا تا کہ وہ بیوہ بھی اپنا مقصد حاصل کرے اور چت لیٹ کر ٹانگیں اٹھا دیں۔ اس پر گدھے نے اس کے اندر دخول کر دیا اس کا دخول کرنا تھا کہ اس کے اندر آگ لگ گئی۔ گدھے نے زرا جھک کر خصیوں تک بی بی کے اندر اتار دیا اور وہ بی بی فوراً مرگئی۔ گدھے کے عضو تناسل کے صدمہ سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور آنتیں الگ الگ ہو گئیں. غرضکہ عورت نے دم ہی نہ لیا اور فوراً جان دیدی گھر کا صحن خون سے لال ہو گیا... اور موت کی سختی اس کی جان لے گئی۔ غرضکہ بڑی رسوائی کی موت ہوئی۔ (کلید مثنوی، جلد ١٧، ١٨، صفحہ 222 تا 224)

اس حیا سوز حکایت سے عوام کے لئے وعظ و نصیحت کا کام کیسے لیا جا رہا ہے۔ دیکھئے: اشرف علی تھانوی اس جنسی کہانی کے بعد اس سے صاحب حکایت یعنی جلال الدین رومی کی منشاء و مراد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: تم اس عورت کی حالت سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ حق سبحانہ اپنے نافرمانوں کو رسوائی کا عذاب دیتے ہیں جو کہ نہایت سخت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ **فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات لنذ یقھم عذاب الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اخزٰی وھم لاینصرون** پس تم ایسی شرمناک حالت میں جان نہ دو۔ یعنی معصیت سے بچو تا کہ تم ایسی شرمناک حالت میں جان دینے سے محفوظ رہو۔ دیکھو نفس شہوانی ایک گدھا ہے اس کے نیچے آ جانا اور اس کا مغلوب ہو جانا خر معروف کے نیچے آنے سے زیادہ شرمناک بات ہے.. پس اگر تم خودی کے سبب نفس کے لئے جان دیدو کہ سمجھو کہ فی الحقیقت تم اس عورت کی مثل ہو... پس خدا کے لئے پھر خدا کے لئے اس گدھے کے مانند نفس سے بھاگو اور اس کے نیچے نہ آؤ اور اس سے مغلوب نہ ہو... اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ خاتون کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے حرص سے کام لیا اور اپنے حرص کے سبب لقمہ اندازہ کے موافق نہ کھایا۔ لہٰذا وہ لقمہ گلے میں اٹک گیا اور سبب مرگ بن گیا۔ اس کے بعد پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حریص لوگو تم بھی لقمہ اندازہ کے موافق کھاؤ خواہ وہ لقمہ حلوا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی قضائے شہوات استیفائے لذات قانون شرعی کے موافق کرو اور اس طرح نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ تم قرآن میں سورہ رحمٰن پڑھو اور اس میں دیکھو کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں **ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان** یعنی حق سبحانہ نے ترازو قائم کی ہے جو تم کو ایک شے کی حد اور اس کا اندازہ بتاتی ہے تا کہ تم اندازہ میں حد سے نہ بڑھ جاؤ اور وہ میزان قانون شریعت ہے ۔ پس تم اپنے حرص سے اس میزان کو نہ چھوڑو اور حرص سے کام نہ لو۔ (کلید مثنوی، جلد ١٧، ١٨، صفحہ 224 تا 225)

حق و سچ تو یہ ہے کہ یہ جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والی حکایت ہے جس کا اصل مقصد گدھے کے عضو تناسل سے لذت حاصل کرنے کا ایک محفوظ ترین طریقہ بیان کرنا ہے۔ یہ حکایت کسی بھی قسم کی نصیحت کے بجائے جنسی تلذز فراہم کرتی ہے۔ یہ وعظ و نصیحت کا انتہائی بھونڈا طریقہ ہے کیونکہ مذکورہ حکایت پڑھنے کے بعد انسان کا ذہن اسکے شہوانی اثرات سے باہر ہی نہیں آتا تو اس حکایت کو بنیاد بنا کر بیان کی گئی نصیحت کو کیونکر قبول کرے گا۔

قارئین اپنے علم میں اضافہ فرمالیں کہ عضو تناسل کا ایک انوکھا اور حیرت انگیز مصرف اس کے ذریعہ درجہ شہادت کا حصول بھی ہے!!! جی ہاں! یہ بالکل ممکن ہے۔ اشرف علی تھانوی مولانا جلال الدین رومی کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آج تک نہیں سنا گیا کہ کوئی گدھے کے ذکر سے مرا ہو۔ اچھا بتلاؤ کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو گدھے کے ذکر سے شہید ہوا ہو۔ ہرگز نہیں۔ (کلید مثنوی، جلد ۱۷، ۱۸، صفحہ 224)

سچ تو یہ ہے کہ دنیا عجیب اور بظاہر ناممکن نظر آنے والے کاموں کے امکانات سے بھری پڑی ہے اس لئے اگر ایسے کسی واقعہ کے ظہور کا علم جلال الدین رومی کو نہیں ہوسکا تو اسکی وقوع پذیری کو خارج از امکان یا ناممکن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چونکہ جلال الدین رومی کے زمانے میں باقاعدہ فحاشی کی صنعت (Porn Industry) موجود نہیں تھی اس لئے انہوں نے ایسی بات کہہ دی جبکہ اب تو گدھے، گھوڑے، سور اور کتے اور دیگر جانوروں کے ساتھ جفتی کے باقاعدہ ویڈیوز موجود ہیں جس میں جانور کے ساتھ دوسرے فریق کی حیثیت سے انسان شامل ہوتا ہے اور وہ بھی مرد اور عورت کی کسی تخصیص کے بغیر۔ اور یہ بات تو طے ہے کہ جانوروں کے ساتھ ایسی کوشش میں کوئی نہ کوئی اپنی جان بھی گنواتا ہوگا۔ چنانچہ میکسیکو میں جانوروں اور انسانوں کے درمیان باقاعدہ سیکس کے شو منعقد کئے جاتے تھے جنھیں ناظرین معاوضہ ادا کر کے دیکھتے تھے۔ ایسے ہی ایک شو کے درمیان نومبر 1915 میں ایک خاتون گدھے کے ساتھ جنسی بدفعلی کرتے ہوئے ہلاک ہوگئی تھی۔ اسکے علاوہ ایک سعودی شیخ کی خبر جو مڈل ایسٹ کی تمام نیوز سائٹس کی زینت بنی کہ وہ گدھے سے بدفعلی کروانے کی کوشش میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ سب سے بڑھ کر روس کی ملکہ کیتھرائن دی گریٹ ہے ایک روایت کے مطابق بڑھاپے کی عمر میں اسکی موت ایک گھوڑے سے جنسی بدفعلی کروانے کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی۔
راقم نے موخر الذکر حوالے کو بطور ثبوت اسلئے پیش کیا ہے کہ اصلاً گھوڑا بھی گدھے ہی کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے پھر خاص طور پر گدھے اور گھوڑے کے جنسی اعضاء میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اس لئے یہاں گھوڑے کو گدھے پر قیاس کیا جائے۔
پس لوگوں کے لئے بظاہر یہ ذلت آمیز موت ہوگی لیکن جلال الدین رومی کے بقول یہ لوگ گدھے کے ذکر کے ذریعے موت سے ہمکنار ہونے کی وجہ سے شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

خوابوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انسانی خیالات وخواہشات کا مظہر ہوتے ہیں۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے وہی خواب میں دیکھتا ہے۔ خوابوں ہی میں اپنی نا آسودہ خواہشات کی تکمیل کرتا ہے اور جن چیزوں سے خوف کھاتا ہے وہی چیزیں ڈراونے خواب کی صورت میں اسے پریشان کرتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے کہ لوگ ایسے خواب بھی دیکھتے ہیں۔ علامہ کمال الدین الدمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ آسمان سے گدھے نے اتر کر اپنا ذکر اس کی سرین میں داخل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بے پناہ مال حاصل ہوگا۔ بالخصوص اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہو اور گدھے کا رنگ سرخ مائل بہ سیاہ ہو۔ واللہ اعلم۔ (حیات الحیوان، جلد اوّل، صفحہ 635)

عضو تناسل کے استعمال کے متعلق دیگر لوگوں کی طرح راقم کا بھی یہی خیال بلکہ یقین تھا کہ یہ صرف (Erected) تنی ہوئی حالت میں ہی قابل دخول ہوتا ہے۔ لیکن ٹھہریئے! یہ پرانا تصور آئندہ پیش کئے جانے والے حوالے کے مطابق غلط ہے اور درست شدہ نظریہ اور تصور یہ ہے کہ عضو تناسل بیٹھی ہوئی حالت میں بھی اندر جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور، گیارہواں حصہ، صفحہ 15، مسئلہ نمبر 11)
لکڑی اور انگلی تو دونوں ہی با آسانی اندر جاسکتی ہیں کیونکہ سخت ہوتی ہیں لیکن انسان اور جانور کا عضو تناسل جب استیادہ نہ ہو یعنی بے شہوت حالت میں کس طرح قبل و دبر میں داخل ہوسکتا ہے یہ پہیلی تو حنفی فقہاء ہی بوجھ سکتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ احناف کی وہ مقدس کتاب ہے جو حنفی

دیوبندی عورتوں کو باقاعدہ جہیز میں دی جاتی ہے اور اسے ایک سعادت خیال کیا جاتا ہے جس طرح عورت کو قرآن مجید جہیز میں دے کر رخصت کرنے سے اس عورت کے اہل خانہ خوش و مطمئن ہوتے ہیں کہ انہوں نے دنیاوی فرض کے ساتھ ساتھ دینی ذمہ داری بھی پوری کر دی۔ بعینہ اسی طرح بوقت رخصتی عورت کو بہشتی زیور دے کر اسکے گھر والے خصوصاً مرد حضرات خود کو فرحاں و شاداں محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں بہشتی زیور کی حیثیت دیگر کسی بھی مذہبی کتاب سے کم نہیں۔ حالانکہ اس نام نہاد مذہبی و فقہی کتاب کو بہشتی زیور کہنے کے بجائے بربادی عقائد کے لحاظ سے ''جہنمی زیور'' اور خاتمیت شرم و حیا کے لحاظ سے ''جنسی زیور'' کہنا کہیں زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔ شرم و حیا کے نام پر کلنک اس حیا باختہ کتاب کے خواتین کے درمیان سند قبولیت پا جانے کے لئے تھانوی صاحب کتنے بے چین اور بے تاب تھے۔ موصوف ہی کی زبانی سنیئے لکھتے ہیں: مردوں پر واجب ہے کہ اس میں اپنی بیویوں، لڑکیوں لگا دیں۔ اور عورتوں پر واجب ہے کہ اس کو حاصل کریں، اولاد کو بالخصوص لڑکیوں کو اس پر متوجہ کریں۔ دل اس وقت مسرور ہوگا کہ جو مضامیں ذہن میں ہیں وہ سب جمع اور طبع ہو جائیں، اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ لڑکیوں کے درس میں عام طور سے یہ کتاب داخل ہوگئی ہے۔ اور گھر گھر اس کا چرچا ہو رہا ہے۔ (بہشتی زیور، حصہ اوّل، صفحہ 5)

درحقیقت تو یہ کتاب خواتین کی عاقبت اور اخلاق خراب کرنے والی کتاب ہے لیکن سینہ زوری اور دھوکہ دہی دیکھئے کہ اشرف علی تھانوی اسکی تالیف کا سبب ہندوستان کی عورتوں کو دین و دنیا کی تباہی سے بچانا بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: حقیر ناچیز اشرف علی تھانوی حنفی مظہر مدعا ہے کہ ایک مدت سے ہندوستان کی عورتوں کے دین کی تباہی کو دیکھ دیکھ کر قلب دکھتا تھا اور اسکے علاج کی فکر میں رہتا تھا اور زیادہ وجہ فکر کی یہ تھی کہ یہ تباہی صرف ان کے دین تک محدود نہیں تھی بلکہ دین سے گزر کر ان کی دنیا تک پہنچ گئی تھی اور ان کی ذات سے گزر کر ان کے بچوں بلکہ بہت سے آثار کے اعتبار سے ان کے شوہروں تک اثر کر گئی تھی اور جس رفتار سے یہ تباہی بڑھتی جاتی تھی اس کے اندازہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر چندے اصلاح نہ کی جائے تو شاید یہ مرض قریب قریب لاعلاج کے ہو جائے۔ اس لئے علاج کی فکر زیادہ ہوئی۔ (بہشتی زیور، حصہ اوّل، صفحہ 2)

پس معلوم ہوا کہ اصل میں اشرف علی تھانوی صاحب کو یہ فکر کھائے جارہی تھی کہ ایک گھریلو اور شریف حنفی عورت کو مرد (محرم یا غیر محرم) اور جانور غالباً کتے اور گدھے کا بے شہوت آلہ تناسل اپنے جنسی اعضاء میں پیوست کرنے کے بعد غسل کا مسئلہ معلوم ہے کہ نہیں۔ علی ھذا القیاس

واقعی اشرف علی تھانوی صاحب حنفی امت کا درد دل رکھنے والے ایک ہمدرد اور مخلص شخص تھے جو اپنے لوگوں کے مرض اور اس کے علاج سے بھی کماحقہ واقف تھے۔ آخر ایسے ہی تو نہیں حنفی دیوبندیوں نے انہیں ''حکیم الامت'' کا خطاب دیا۔

آلہ تناسل سے متعلق مردوں میں زمانہ قدیم سے یہ غلط تصور چلا آرہا ہے کہ یہ جتنا موٹا اور بڑا ہوگا اتنا ہی عورت کو زیادہ مزا آئے گا۔ آج سے سو سال قبل لکھی گئی سیکس گائیڈ کے مصنف شریمان پنڈت کوکا رام نے اپنی مایہ ناز کتاب میں عورتوں کے ساتھ ساتھ مختلف صفات کی بنیاد پر مردوں کی بھی تقسیم کی ہے اور مخصوص ناموں سے انہیں منسوب کیا ہے لہٰذا مردوں کی ایک قسم ''ششک'' کے بارے میں ان کا ماننا ہے کہ وہ زیادہ تر عورتوں کی جنسی تسکین کے قابل نہیں ہوتے کیونکہ انکا عضو مخصوص بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ کوکا رام صاحب لکھتے ہیں: ششک آدمی ستر فیصدی عورتوں کو خوش نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خواہش جماع بہت ہی کم ہوتی ہے اور ساتھ ہی ان کا لنگ بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ (کوک شاستر، حصہ اوّل، صفحہ 269)

اپنے زمانے کے دستور اور چلن کے مطابق کوکا پنڈت کے نزدیک بھی مرد کے عضو رئیس کا چھوٹا ہونا ایک عیب اور عار تھا اس لئے اس عیب کے خاتمے کے لئے انہوں نے طلا برائے درازی کا نسخہ بھی درج کر دیا تھا دیکھئے اس کتاب کے حصہ اوّل کا صفحہ 288

اسی پرانے نظریے سے متاثر حنفی امت کے حکیم مولانا اشرف علی تھانوی کو اپنی عورتوں کے مزے اور اس میں اضافے کی کس قدر فکر تھی کہ انہوں نے

عضومخصوص کوموٹا اور لمبا کرنے کی ترکیب بھی ''جنسی زیور'' میں افادہ عام کے لئے درج کردی ۔ پڑھیئے اور فائدہ اٹھائیے: طلاء مقوی اعصاب اور عضو میں درازی اور فربہی لانیوالا ۔

چیونٹے بڑے بڑے سات عدد قبرستان میں سے لائیں ۔ ایک ایک کو مار کر فوراً دو تولہ روغن چنبیلی خالص میں ڈالتے جائیں پھر شیشی میں کر کے کاگ مضبوط لگا کر ایک دن رات بکرے کی مینگنیوں میں دفن کریں پھر نکال کر خوب رگڑیں کہ چیونٹے تیل میں حل ہو جائیں پھر نیمگرم ملیں ۔ ترکیب ملنے کی یہ ہے کہ پہلے عضو کو ایک موٹے کپڑے سے خوب ملیں جب سرخی پیدا ہو جائے فوراً یہ تیل ملکر چھوڑ دیں پندرہ بیس روز ایسا ہی کریں ۔ (بہشتی زیور، گیارہواں حصہ، صفحہ 129)

ایک مذہبی شخص ہونے کے لحاظ سے بھی اگر تھانوی صاحب اللہ کے انصاف پر تھوڑا غور کر لیتے تو ایسا بے ہودہ نسخہ خواتین کی تربیت پر لکھی گئی کتاب میں کبھی درج نہ کرتے ۔ اللہ رب العالمین نے انسانوں کو ایک جیسی خصوصیات سے نوازا ہے اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کی بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے لمبے اور موٹے عضو کی وجہ سے زیادہ جنسی لذت محسوس کرے اور اپنے ساتھی کے لئے بھی زیادہ لذت اور مزے کا باعث بنے جبکہ چھوٹا عضو رکھنے والا جنسی مزے سے محروم رہے جبکہ عضو مخصوصہ کے سائز کے چھوٹا بڑا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور بھی نہیں ۔

بات دراصل یہ ہے کہ آلہ تناسل کا چھوٹا ہونا کوئی بیماری یا معذوری نہیں ہے بلکہ جس طرح مردوں کے آپس میں دیگر اعضاء میں تفاوت پایا جاتا ہے یعنی کسی کے ہاتھ لمبے ہیں تو کسی کے چھوٹے کوئی خوبصورت ہے تو کوئی بدصورت کوئی لمبا ہے تو کوئی چھوٹا وغیرہ یہی حال عضو تناسل کا بھی ہے کہ ہر مرد میں یہ مختلف لمبائی اور موٹائی کا ہوتا ہے جس طرح کسی کے ہاتھ اور ٹانگیں لمبی یا چھوٹی ہونا کوئی نقص نہیں بالکل اسی طرح عضو مخصوص کی لمبائی چھوٹائی بھی جنسی افعال میں کوئی معنی نہیں رکھتی جو کام ایک لمبا عضو تناسل کرتا ہے وہی کام چھوٹے عضو تناسل کا بھی ہوتا ہے ۔ عورت کی فرج کی لمبائی چھ انچ ہوتی ہے جس میں سے فرج کے اگلے حصہ کا صرف ڈیڑھ یا دو انچ کا ایریا ہی جنسی لحاظ سے حساس ہوتا ہے جو مزے اور لذت کا احساس پیدا کرتا ہے ۔ ام عبداللہ سعدیہ عامر دیوان رقم طراز ہیں: عورت کی اندام نہانی بالکل سیدھی نہیں ہوتی بلکہ اردو کے حرف (ب) کی طرح ٹیڑھی ہوتی ہے اور اس کا صرف بیرونی ایک تہائی (1/3) حصہ یعنی ایک ڈیڑھ انچ حصہ ہی حساس ہوتا ہے اور باقی حصے میں عورت کچھ بھی محسوس نہیں کرتی ۔ (بلوغت کے مسائل، صفحہ 125)

اس طرح اگر کسی مرد کا آلہ تناسل تناؤ حاصل کرنے کے بعد دو انچ کا بھی ہو تو وہ مباشرت کا مکمل لطف اٹھا سکتا ہے اور عورت کو بھی جنسی لحاظ سے مکمل طور پر خوش اور مطمئن کر سکتا ہے ۔ اس کے لئے کسی خاص لمبائی کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ ڈاکٹر محمد آفتاب خان صاحب رقمطراز ہیں: مرد کے عضو مخصوص کا چھوٹا یا پتلا ہونا، مقاربت کے لئے کسی صورت بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا ۔ (جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 179)

پس ثابت ہوا کہ عوام الناس میں پایا جانے والا یہ مغالطہ اور وسوسہ کہ آلہ تناسل کی لمبائی اور موٹائی جنسی مقاربت میں عورت کے لئے کوئی خاص معنی رکھتی ہے حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا اور جہاں تک بات لطف اور مزے کی ہے تو کسی بھی مرد کے عضو مخصوص کا بڑا ہونا جنسی لذت یا حظ میں اضافے کا سبب نہیں بنتا نہ تو خود اس مرد کے لئے اور نہ ہی اسکے ساتھی کے لئے اس میں غیر معمولی تسکین کا کوئی سامان یا پہلو پایا جاتا ہے ۔ اسی عام غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد آفتاب صاحب لکھتے ہیں: نوجونوں کی ایک کثیر تعداد عضو تناسل کے سائز کے بارے میں شاکی رہتی ہے ۔ ان کے درمیان بالعموم پائے جانے والے تاثرات یہ ہیں کہ ایک مرد کے عضو تناسل کو کس قدر لمبا اور موٹا ہونا چاہیے کہ اس کی وجہ سے جنسی حظ کو زیادہ سے زیادہ کیا جا سکے ۔ نوجوانوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ مردانہ عضو تناسل کا کوئی تعلق جنسی حظ یا تولید و تناسل کی صلاحیت سے نہیں ۔ عضو تناسل کی کارکردگی کا تعلق صرف اس حد تک ہے کہ وہ بروقت ایستادہ ہو کر فریقین کو جنسی لذت سے روشناس کرائے اور مادہ منویہ کو عورت کے رحم کے منہ (Os-Uterus) تک پہنچا دے تاکہ قرار حمل ہو سکے ۔ اس لحاظ سے عضو تناسل کی کارکردگی کا اس کے سائز (لمبائی/حجم) سے کوئی تعلق نہیں ۔ (جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، صفحہ 374)

اب رہی بات اس شور وغوغا کی جو مغرب سے مشرق میں در آیا ہے کہ عورت کو جنسی لطف کے لئے لمبا اور موٹا عضو ہی چاہیے اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مارکیٹ میں کئی طرح کی مشینیں، تیل اور دیگر پراڈکٹس وغیرہ دستیاب ہیں اور ایک مخصوص سائز کے حصول کی خاطر مردوں کے آپریشن بھی کئے جا رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اپنے کاروبار کو چمکانے اور اپنی اشیاء کی فروخت کے لئے یہ انہی کاروباری کمپنیوں کا پروپیگنڈہ ہو۔ آثار اور قرائین بتاتے ہیں کہ یہی بات کافی حد تک سچ ہے کیونکہ محض اپنی تیار کردہ مصنوعات کی فروخت اور معاشرے میں ان کی مصنوعی طلب پیدا کرنے کی خاطر تسلسل کے ساتھ نوجوانوں کے ذہنوں میں ایک مرتبہ پھر اس فرسودہ اور گھسے پٹے خیال کو داخل کرنے کی سر توڑ کوشش کی جا رہی ہے کہ چھوٹا عضو تناسل ازدواجی تعلقات کی ناکامی اور نا آسودہ خواہشات میں بنیادی کردار کا حامل ہے اور اگر آپ ایک کامیاب اور پر لطف ازدواجی زندگی کے خواہاں ہیں تو اپنے عضو تناسل کی لمبائی اور موٹائی میں ہماری مصنوعات کے استعمال کے ذریعے مناسب اضافہ کیجئے۔ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے یہ کمپنیاں جھوٹے اشتہارات بھی شائع کرواتیں ہیں جن میں صارفین انکی مصنوعات کے استعمال کے بعد ان کو بنانے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ کہ اس پراڈکٹ کے استعمال سے ہماری ناکام ہوتی جنسی زندگی کامیاب ہوگئی اور ہماری کھوئی ہوئی خوشیاں جن کے لئے ہم تقریباً مایوس ہو چکے تھے ہمیں واپس مل گئیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ ایسا ہی چلتا رہا تو خطرہ ہے کہ یہ زہریلا پروپیگنڈہ عنقریب نوجوانوں کے ذہنوں میں راسخ ہو جائے گا۔ یہ تو بات تھی مفاد پرست کمپنیوں کی جانب سے پیدا کردہ غیر حقیقی صورتحال کی لیکن حقیقت میں جہاں تک بات جنسی ضرورت اور خواہش کی ہے تو وہ ایک چھوٹے عضو تناسل سے بھی بلا دقت پوری ہو جاتی ہے لیکن ہوس اور ناجائز طور پر بڑھی ہوئی جنسی خواہش کی بات اور ہے کہ اس حالت میں بڑے اور موٹے عضو تناسل ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب چونکہ مغربی معاشرہ مادر پدر آزاد ہے اور وہاں جنس پر اخلاقی یا مذہبی طور پر سرے سے کوئی قدغن نہیں اس لئے جنسی خواہشات بھی کسی پابندی کی غیر موجودگی کی وجہ سے بے مہار اور بے لگام ہیں۔ وہاں چونکہ عموماً عورتیں پاک دامن نہیں ہوتیں بلکہ مغربی معاشرے میں پاک دامنی کو عیب سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے زندگی میں ان خواتین کے کئی طرح کے مردوں سے جنسی تعلقات قائم ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک ہی وقت میں ایک سے زائد مردوں کے ساتھ ملوث ہونا بھی عام سی بات ہے لہٰذا ایسی صورت میں لامحالہ وہ عورتیں مختلف مردوں کے عضو تناسل کا آپس میں موازنہ کرتی ہیں اور پھر چھوٹا عضو تناسل ان کی جنسی ہوس کی نگاہ میں بے وقعت ٹھہرتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں بلاشک وشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بڑے اور موٹے آلہ تناسل کی چاہ ایک مصنوعی اور جھوٹی ضرورت ہے جسے ایک ذہنی اور نفسیاتی بیماری سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہ ہوگا اور وہ بھی اس صورت میں کہ جب جنسی ماہرین اور ڈاکٹر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایستادگی کی حالت میں کم از کم ڈیڑھ یا دو انچ کی لمبائی تک پہنچنے والا عضو تناسل ایک نارمل عضو ہے جو ایک عورت کی جنسی ضرورت اور خواہش کی تکمیل کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

آلہ تناسل جہاں مرد کا طرہ امتیاز اور پہچان ہونے کے ساتھ قوت اور طاقت کی علامت ہے وہاں یہ مرد کی کمزوری بھی ہے لہٰذا اس کو قابو کر کے مرد کو با آسانی قابو کیا جا سکتا ہے۔ یہ دفاعی حربہ احناف کے ہاں بڑے اچھے طریقے سے بروئے کار لایا گیا ہے۔ 500 حنفی علماء کی مرتب کردہ کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: اگر ساس نے لڑائی میں اپنے داماد کا آلہ تناسل پکڑ لیا پھر یہ کہا یہ امر شہوت سے نہ تھا تو عورت مذکورہ کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری، جلد دوم، کتاب النکاح، صفحہ 137)

آلہ تناسل کے ساتھ یار لوگوں نے کیسا ناروا سلوک روا رکھا ہے کہ موقع بے موقع ہر جگہ اس کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ صوفیانہ حقائق معارف کے بیان کے لئے بھی صوفیوں کو اس کی مدد درکار رہتی ہے۔ اشرف علی تھانوی صاحب اپنے ماموں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب وہ پہلی مرتبہ حیدر آباد سے کانپور آئے اور وعظ کیا تو ان کے حقائق و معارف سن کر عبدالرحمٰن خان صاحب مالک مطبع نظامی ان کے معتقد ہوگئے اور ان سے عام لوگوں کے لئے وعظ بیان کرنے پر اصرار کیا۔ جب یہ اصرار زیادہ بڑھا تو ماموں صاحب نے بیان وعظ کے لئے خاص طریقے کے انتظام کی شرط

عائد کردی۔ وہ شرط کیا تھی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجئے عبدالرحمٰن خان صاحب بے چارے متین بزرگ تھے سمجھے کہ ایسا کیا طریقہ ہوگا کہ جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہو کر بازار میں ہو کر نکلوں اس طرح کہ ایک شخص تو آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچاتے جائیں بھڑوا ہے رے بھڑوا بھڑوا ہے رے بھڑوا اور اس وقت میں حقائق و معارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا سب سمجھیں گے کوئی مسخرہ ہے مہمل باتیں کر رہا ہے۔(ملفوظات حکیم الامت، جلد 9، صفحہ 212)

بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ حقائق و معارف کس قسم کے ہوں گے جن کو عوام کے سامنے بیان کرنے لئے دیوبندی صوفیوں کو اس طرح کے خاص طریقے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

عضو تناسل کا ایک نایاب مصرف ملاحظہ ہو جو ہندو جوگیوں کے رہین منت ہے۔ برہنہ سنیاسی اور جوگی سر عام فخریہ عضو تناسل کے کرتب دکھاتے دکھائی دیتے ہیں مثلاً وہ اپنا عضو تناسل ناقابل یقین حد تک کھینچ کر لمبا کر لیتے ہیں، ڈنڈے میں اسے لپیٹ کر کئی چکر دے لیتے ہیں اور عضو تناسل کے ساتھ رسی باندھ کر بھاری وزن اٹھانے کا مظاہرہ کرتے ہیں نیز اسی طرح کے دیگر کرتب مظلوم عضو تناسل کو قربانی کا بکرا بنا کر دکھاتے ہیں۔ یہ انوکھے کرتب ہندو سنیاسیوں کا ہی خاصہ ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ پنڈت، جوگی اور سنیاسی راہب ہوتے ہیں جنہوں نے دنیا کو تیاگ کر اسکی لذتوں سے منہ موڑ لیا ہوتا ہے چونکہ سب سے بڑی لذت جنسی افعال میں ہے جو عضو تناسل کے ذریعے سرانجام پاتی ہے اور یہ شادی ہی نہیں کرتے اور نہ ہی خود لذتی تو اس لئے یہ حضرات عضو تناسل سے اسکا حقیقی کام تو لے نہیں پاتے یا لینا ہی نہیں چاہتے اور یوں عضو تناسل عملاً معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور جدید تحقیق کے مطابق جس عضو کو استعمال میں نہ لایا جائے وہ بالآخر ناکارہ اور بے کار ہو جاتا ہے اور ایک لمبے عرصہ تک اپنے عضو مخصوصہ کو غیر استعمال شدہ رکھنے پر مرد عارضی طور پر نامرد ہو جاتا ہے اور اگر یہ سلسلہ بدستور جاری رہے تو یہ عارضی نامردی مکمل اور مستقل نامردی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے ایک ہندو مصنف لکھتے ہیں: جو لوگ زیادہ عرصہ مجرد رہتے ہیں۔ کئی مہینوں بلکہ برسوں تک فعل مجامعت یا عورتوں سے گفتگو یا ایسا خیال ہی دل میں نہیں لاتے یا جن کو کبھی عورت کا منہ دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوتا تو ان کا بیرج ستھر ہو جاتا ہے یعنی جم جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی ایسے لوگ بظاہر موٹے تازے تندرست ہوتے ہیں۔ لیکن اس کام کے لائق ہرگز نہیں ہوتے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کو ایسی نامردی ہے۔ اگر ایشور کا دھیان کریں تو۔(کوک شاستر، حصہ دوم، صفحہ 9)

چنانچہ عضو تناسل کو بے کاری اور نکمے پن سے بچانے میں دانستہ ناکامی کے بعد ان "مبارک" لوگوں کے عضو مخصوصہ کرتب دکھانے کے مصارف تک محدود ہو جاتے ہیں۔ عموماً دنیاوی بکھیڑوں سے خود کو آزاد کر دینے والے یہ جوگی اور سنیاسی واپس دنیا کی طرف نہیں پلٹتے کیونکہ یہ زندگی محنت، مشقت اور فکر روزگار سے آزاد آرام دہ اور عیش کوشی پر مبنی طرز حیات ہے جبکہ شادی شدہ زندگی ایک مشکل اور ذمہ داریوں و تکالیف سے بھرپور زندگی ہے اس آزمائش بھری زندگی میں آدمی جنسی لذت کے حصول کی خاطر بخوشی قدم رکھ دیتا ہے لیکن چونکہ ان راہبوں اور جوگیوں کو عورت سے جنسی ضرورت پوری کرنے کی کوئی طلب ہی نہیں ہوتی اس لئے یہ شادی اور بال بچوں جیسی بھاری ذمہ داری کا طوق بھی اپنی گردن میں نہیں ڈالتے۔ آخر بے سبب تو یہ مثال مشہور نہیں کہ مجرد سب سے اعلیٰ ہے نہ جورو ہے نہ سالا ہے۔ لہٰذا یہ جوگی تجرد کی زندگی اپنا کر خود بھی مزے لیتے ہیں اور اپنے بے کار عضو تناسل سے نت نئے کرتب دکھا کر لوگوں کو بھی محظوظ کرتے ہیں۔

جعلی عاملوں اور جادوگروں کے مشہور، دلفریب اور عاشقوں کو لبھانے والے نعرے "محبوب آپ کے قدموں میں" کا دیسی توڑ پیش خدمت ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد عاشقان محبت نہ صرف در بدر کی ٹھوکریں کھانے سے محفوظ ہو جائیں گے بلکہ اپنا قیمتی وقت اور پیسہ بھی ضائع ہونے سے

بچالیں گے کیونکہ اس عمل کے لئے درکار بنیادی اوزار ہر عاشق کے پاس پہلے ہی سے موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کوکا پنڈت کے نادر اور نایاب نسخہ جات:

نسخہ نمبر۱۰ : خرگوش کے پتے کا عرق عضو مخصوص پر مل کر مباشرت کرنے سے عورت اس کی عاشق ہو جاوے گی۔
نسخہ نمبر۱۱ : جت کہرے بلاؤ کے عضو تناسل کو سکھا کر اور پیس کر عضو مخصوص پر مل کر مجامعت کرے۔ فائدہ وہی ہے جو نسخہ ۱۰ میں مذکور ہے۔
نسخہ نمبر۱۲ : گدھے کا بھیجا تیل میں جلا کر اس کو عضو مخصوص پر مالش کرے۔ فائدہ وہی ہے۔ خاص لذت ہوگی۔
نسخہ نمبر۱۵ : گکروندے کی جڑ کنگنی ان کو ہم وزن لے کر پانی میں پیسو اور عضو پر لگا کر ہم بستری کرو۔ یہ عورت پھر کبھی دوسرے شخص کے پاس نہیں جائے گی۔ (کوک شاستر، حصہ اوّل، صفحہ 250)

ایک پنتھ دو کاج اور ایک تیر سے دو شکار والی امثال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز سے بعض اوقات بیک وقت دو کام بھی لئے جاسکتے ہیں لیکن یہاں تو غریب عضو تناسل ایک ہے اور اسکے مصارف ہزار۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قاعدے کے مطابق ایک مرد ایک عورت کو جو کہ ممکنہ طور پر اسکی بیوی بھی ہو سکتی ہے اپنے اچھے اور صاف ستھرے کردار، اعلیٰ صفات، پیار محبت اور توجہ سے اسے اپنا گرویدہ اور عاشق بناتا اور اسکے دل میں گھر کرتا۔ لیکن اس کا بھی یار لوگوں نے ایک آسان راستہ دریافت کر لیا اور عضو تناسل کو مشق ستم بنا کر اس سے عورت کو رام کرنے اور مرد کا دیوانہ اور عاشق بنانے کا کام لیا۔
اپنے وقتوں کا ماہر جنسیات کوکا پنڈت کا بیان کردہ یہ طریقہ کار کس قدر موثر اور کارگر ہے یہ تو وہی شخص بتا سکتا ہے جس نے ان نسخوں کو بذات خود آزمایا ہو لیکن راقم ان طریقوں کو آزمانے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا مبادا لینے کے دینے پڑ جائیں۔

یار لوگوں کی عضو تناسل سے دلی و جذباتی وابستگی اور محبت دیکھیں کہ عضو مخصوصہ کے بلا واسطہ (Direct) اور بالواسطہ (In-Direct) تذکروں سے ان کی روزمرہ کی زندگی عبارت رہتی ہے یعنی انکی زندگی میں کی جانے والی گفتگو کا ایک قابل ذکر حصہ عضو تناسل کی یاد سے مزین ہوتا ہے۔ مادر چود اور دماغ کی ماں کو لنڈ مت دے یا مت چود جیسے جملے لوگوں کی نوک زبان پر رہتے ہیں۔ بہن چود تو لوگوں کا تکیہ کلام ہے جب تک جملے میں اس لفظ کا تڑکا نہ لگے نہ صرف یہ کہ یار لوگوں کو بات کا مزا نہیں آتا بلکہ جملہ بھی پھیکا، ادھورا اور نامکمل رہتا ہے۔ دماغ کی ماں کو مت چود ایک ایسا عام مستعمل جملہ ہے کہ اس کے آغاز میں دماغ کی جگہ کوئی بھی لفظ یا اسم لگا کر اسے ہزار ہا انداز سے متفرق مواقعوں پر باآسانی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تمام جملوں میں عضو تناسل کا تذکرہ بالواسطہ طریقے پر موجود ہے کیونکہ جملوں میں جن افعال کی جانب اشارہ ہے وہ عضو تناسل کی مدد سے ہی سرانجام پاتے ہیں۔
یہ تو ہم نے انڈیا اور پاکستان کے محبان عضو تناسل کا ذکر کیا ہے لیکن ایسی قوموں کی کمی نہیں جو اٹھتے بیٹھتے آلہ تناسل کو مختلف انداز اور پیرائے میں یاد کرتے ہیں۔ ان اقوام میں فرنگی قوم بھی شامل ہے چناچہ ایشئین کی طرح انگریز بھی اپنی معمول کی گفتگو میں کثرت سے ایسے جملے استعمال کرتے ہیں جن کا تعلق بعض اوقات بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ عضو مخصوصہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ انگریز کا غصہ معمولی ہو یا غیر معمولی اس کے زبانی اظہار کے لئے Fuck You ایک عام استعمال ہونے والا جملہ ہے اس جملے کی ادائیگی کے ساتھ عام طور پر ہاتھ کی تمام انگلیوں اور انگوٹھے کو بند کر کے درمیانی انگلی اٹھا کر اشارہ بھی کیا جاتا ہے اور یہ عضو تناسل کا استعارہ ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ غصہ میں کی جانے والی گفتگو میں کسی بھی لفظ کے ساتھ Fucking کا لفظ جوڑ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ بطور معلومات عرض ہے کہ Fuck You کا عام طور پر اردو یا ہندی ترجمہ بوجہ اخلاق ''بھاڑ میں جاؤ'' کیا جاتا ہے جبکہ یہ ترجمہ غلط ہے خصوصاً اس اشارے کی وجہ سے جو اس جملے کو ادا کرتے ہوئے کیا جاتا ہے لہٰذا شہادت کی انگلی کے برابر والی انگلی سے کیا جانے والا خصوصی اشارہ ہی اس جملے کے معنی و مفہوم متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس انگریزی جملے کا درست ترجمہ ''تجھے چودوں'' ہے۔ جو

اس جملے اور اسکے اشارے کی حقیقی ترجمانی کرتا ہے۔

Fuck انگریزی زبان کا ایک ایسا کثیر الاستعمال منفرد لفظ ہے جو سیاق وسباق کے لحاظ سے کئی بلکہ متضاد معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر لفظ Fuck سے ناراضگی کے اظہار کا کام لیا جا رہا ہوتا ہے تو یہی لفظ محبت کے اظہار کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ لفظ Fuck بیک وقت درد و تکلیف، غصہ، خوشی، مشکل، نفرت، دھوکہ، مصیبت، محبت کے اظہار کے لئے موجودہ انگریزی زبان میں مستعمل ہے۔ کچھ جملے بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

I Guess I am really fucked now

مجھے لگتا ہے کہ میں واقعی مشکل میں ہوں۔

I don't understand this fucking question

مجھے یہ مشکل سوال سمجھ میں نہیں آتا۔

He is a fucker

وہ بااعتماد ہے۔

She is fucking beautiful

وہ بہت حسین ہے۔

He talks too fucking much

وہ بہت بولتا ہے۔

یہ تمام گالی نما جملے جن کے بارے میں ہم نے اوپر عرض کیا ہے عام طور پر یہ جملے اپنے اصل معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ بازاری زبان میں اگر کسی کو یہ بتانا ہو کہ وہ اپنے اناڑی پن کی وجہ سے کسی کام کو خراب کردے گا تو کہا جاتا ہے ''تو اس کام کو چود دے گا'' گویا اردو اور ہندی زبان بولنے والے لفظ ''چود'' کو جو خالص جنسی لفظ ہے اسکے اصل معنوں میں استعمال نہیں کرتے۔ اسکا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ اشخاص اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو ہر جملے میں بہن چود اور مادر چود جیسی گندی گالیوں سے نوازرہے ہوتے ہیں لیکن انکی ساعت پر کوئی بھی شخص ادنی سی خفگی کا بھی اظہار نہیں کرتا کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کی مراد حقیقی نہیں ہے۔ اس کے برعکس دن رات گالیاں سننے والے کو جب یہی جملے غصے میں کہے جائیں تو وہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس وقت کہنے والا ان جملوں کو مجازی کے بجائے حقیقی معنوں پر محمول کر رہا ہے اور بعینہ یہی حال انگریزوں کا بھی ہے کہ وہ بھی ایسے غیر اخلاقی جملوں سے عموماً مجازی مفہوم ادا کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ ماقبل کچھ امثال ثبوت کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔

ان گزارشات سے واضح ہوتا ہے کہ روزمرہ معاملات میں بہت ہی کم مواقع ایسے ہوتے ہیں جب اکثر لوگ کسی نہ کسی طریقے سے عضو تناسل کو یاد نہیں کرتے۔ یہ عوام الناس کا آلہ تناسل کو خراج تحسین پیش کرنے کا اپنا ایک منفرد اور جداگانہ انداز ہے۔

مادر پدر آزاد مغرب میں لوگوں نے اپنے شوق فن میں کسی چیز کو نہیں بخشا۔ فن مصوری ہی کو لے لیں مصوری کی نہ صرف ایک سے بڑھ کر ایک تکنیک ایجاد کی گئی بلکہ ان اشیاء اور چیزوں کو بھی کینوس میں بدل ڈالا گیا ماضی میں جس کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ خود کو منفرد ثابت کرنے کے جنون میں مبتلا ایک مصورہ خاتون کی نظر انتخاب عضو تناسل پر جا ٹھہری اور موصوفہ نے مصوری کے ذریعے عضو تناسل کو ہی نت نئی شکلوں سے نواز ڈالا چناچہ موصوفہ عضو تناسل پر آنکھیں، ناک اور ہونٹ بنانے کے بعد اسکے لئے خصوصی لباس نیز مختلف ڈیزائن اور اقسام کی ٹوپیاں تیار کر کے اسے پہناتی ہیں اور

اپنے اس فن کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر کے تصاویر کے ذریعے اپنے نایاب فن کی نمائش کرتی ہیں۔اس مقصد کی خاطر انہیں تنے ہوئے عضو تناسل کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے مرد حضرات انکے شوق اور تسکین فن کی خاطر خود کو رضا کارانہ طور پر بشمول اپنے ایستادہ عضو تناسل کے پیش کرتے ہیں۔اس ساری کاروائی کے دوران ایک رضا کار مرد کے عضو تناسل کو تادیر تنا ہوا رکھنے کے لئے کیا کچھ کیا جاتا ہوگا یہ ایک علیحدہ داستان ہے۔

آئس لینڈ کے شہر (Reykjavick) میں اپنی نوعیت کا دنیا کا پہلا عضو تناسل کا عجائب خانہ قائم کیا گیا ہے اور اسے The Icelandic Phallological Museum کا نام دیا گیا ہے یعنی عضو تناسل کا مطالعاتی عجائب خانہ ۔اسکی بنیاد 1997 میں ایک ریٹائرڈ ٹیچر Sigurour Hjartarson نے رکھی۔ یہاں نمائش کے لئے تقریباً ہر نر جانور کے اصلی عضو تناسل کو مرتبانوں میں محفوظ کر کے رکھا گیا ہے۔جولائی 2011 میں پہلی مرتبہ عجائب خانے کے لئے انسانی عضو تناسل حاصل کیا گیا جو کسی شخص نے اپنی زندگی میں عجائب خانے کے لئے عطیہ کر دیا تھا۔جانوروں میں سب سے لمبا اور بڑا عضو تناسل عنبر (Whales) کا ہوتا ہے جس کی لمبائی عام انسانی قد سے بھی زیادہ ہوتی ہے اسکے بعد ہاتھی پھر زرافہ پھر سانڈ اور گھوڑا، سور، سنگ ماہی (مچھلی کی ایک قسم) کا نمبر آتا ہے۔اسکے بعد مینڈھا، بکرا، لگڑ بھگا، کتا پھر آخر میں انسانی عضو تناسل کا نمبر آتا ہے جو لمبائی کے لحاظ سے مذکورہ تمام جانوروں کے عضو سے چھوٹا ہوتا ہے۔جوناح فیلکن جو سب سے بڑے عضو تناسل کا حامل ہے نے عجائب خانے کی انتظامیہ سے وعدہ کیا ہے کہ اسکی موت کے بعد اسکا عضو تناسل انھیں عطیہ کر دیا جائے گا۔فی الحال عجائب خانے میں اسکی مکمل عریاں تصویر آویزاں ہے۔
عالمی سطح پر اس عجائب گھر کی جانب لوگوں کی توجہ اس وقت مبذول ہوئی جب ایک کینیڈین فلم The Final Member عام نمائش کے لئے پیش کی گئی جس میں فلم کے ہیرو کو اس عجائب خانہ سے انسانی عضو چرانے کا مشن سونپا جاتا ہے۔

اہل مغرب عضو تناسل کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں یا یوں کہیں کہ وہ اس معاملے میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں جبکہ ہمارے ہاں تو اس کی کوئی قدر ہی نہیں حتیٰ کہ ایک شریف انسان اس کا نام تک انتہائی مجبوری میں لیتا ہے اسکی خدمت تو بہت دور کی بات ہے ایسی سوچ رکھنا بھی ناقابل تصور ہے لیکن مغربی لوگوں کی کیا بات کریں کہ عضو تناسل سے انکی محبت انمول ہے اسی محبت کا ثبوت بہم پہنچاتے ہوئے ساؤتھ کوریا میں ایک پارک کو عضو تناسل سے منسوب کر کے اس کا نام Penis Park رکھا گیا ہے۔اس پارک میں اسکے نام کی نسبت سے جگہ جگہ کنکریٹ اور لکڑی کے بڑے بڑے عضو تناسل کی شکل کے فن پارے لوگوں کو دعوت نظارہ دیتے ہیں۔عضو تناسل پر ایسے خوبصورت نقش ونگار تخلیق کئے گئے ہیں اور انہیں ایسی ایسی منفرد شکلیں دی گئی ہیں جو قابل دید ہیں۔اسکے علاوہ بھی اس پارک میں عضو تناسل سے متعلق بہت کچھ دیکھنے کے لائق ہے۔پس یہ بات طے ہے کہ عضو تناسل کی جتنی خدمت اہل مغرب نے کی ہے کسی اور سے ممکن نہیں۔

فن جنس پر انمٹ نقوش ثبت کرنے والا ماہرین جنسیت کا عظیم گروہ جس نے اللہ کی عنایت کردہ تمام تر ذہنی صلاحیتیں حصول لذت جنس کے نت نئے طریقوں کی دریافت وایجاد اور لوگوں کو ان سے روشناس کرانے کے لئے وقف کر دیں لہٰذا اس باب میں انکی خدمات ناقابل فراموش اور قابل داد و تحسین ہیں۔اس گروہ کے عطا کردہ جنسی لطف وحظ کے طریقوں سے مستفید ہونے والوں کے کندھوں پر اس گروہ کی اس سلسلے میں روا رکھی جانے والی کوششوں اور محنتوں کا احسان اور بار عظیم ہمیشہ قائم ودائم رہے گا۔ذکر کردہ گروہ کے عظیم کارناموں میں سے ایک کارنامہ عضو تناسل کے نادر و نایاب مصارف کا بیان ہے جس کے ذریعے انہوں نے عضو مخصوصہ کے استعمال کا دائرہ کار بہت وسیع کر دیا ہے جو کہ قدرتی طور پر صرف تناسل اور جائز تلذز تک محدود تھا۔ملاحظہ فرمائیں کہ مرد کے آلہ تناسل کو کس کس طرح استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں درج ہے: اگر احتلام ہوا یا کسی عورت کی طرف دیکھا اور منی اپنی جگہ سے شہوت سے جدا ہوئی پھر اس آدمی نے اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو دبا لیا یہاں تک کہ شہوت اس کی ساکن ہوگئی پھر منی بہی تو امام ابو یوسف کے نزدیک (غسل) واجب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، از محمد عبید اللہ خان، صفحہ 5)
انا اللہ وانا الیہ راجعون! غسل سے بچنے کے لئے کس قدر اذیت ناک طریقہ ہے یہ تو کھلم کھلا عضو تناسل کے ساتھ ظلم اور دشمنی کے مترادف ہے اس طریقہ کو زیر استعمال لانے کے بعد غسل سے تو شاید گلو خلاصی اور نجات مل جائے لیکن عضو تناسل کی صحت و تندرستی سے ضرور ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو.... بعضوں نے کہا (ہے) کہ (غسل واجب) نہیں ہوگا۔ (بحوالہ فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، از محمد عبید اللہ خان، صفحہ 6)
یہ طریقہ بھی عضو مخصوص کے ساتھ زیادتی ہے کیونکہ اس طریقہ کو عملی جامہ پہنانے سے امکان ہے کہ عضو تناسل ہی کپڑے کی سختی اور رگڑ سے زخمی ہوجائے نیز بتائے گئے طریق پر حنفی مرد اپنے جس ساتھی کے ساتھ یہ فعل کرے گا اس مرد کی دبر یا اس عورت کی فرج کا جو حشر ہوگا چشم تصور سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔
حدیث میں آتا ہے کہ جب تک دوسرا شوہر عورت سے صحبت نہیں کرے گا اس وقت تک وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی اس کے برعکس احناف عورت سے صحبت کرنے کے باوجود بھی اسے پہلے شوہر کے لئے حلال قرار نہیں دیتے کہتے ہیں: اپنے ذکر پر کپڑا لپیٹ کر عورت سے حلالہ کیا۔ اگر تو کپڑا ذکر تک حرارت فرج کے پہنچنے سے مانع نہیں تو عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجائے گی اور اگر رومال کی طرح مانع ہے تو یہ حلال نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، از خواجہ محمد قاسم، صفحہ 46)
کپڑا لپیٹ کر داخل کرے حرارت محسوس کرے تو حلالہ کا فائدہ ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، از خواجہ محمد قاسم، صفحہ 48)

موجودہ زمانے میں اسکی مثال عضو تناسل پر پہنے جانے والے غلاف، تھیلی یا غبارے یعنی کنڈوم (Condom) سے دی جاسکتی ہے۔ یہ کنڈوم پلاسٹک یا ربڑ کی ایک قسم پولرتھین (Polyurethane) سے بنائے جاتے ہیں۔ یہ فرج اور ذکر کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں اور فرج کی حرارت کو عضو تناسل پر محسوس نہیں ہونے دیتے۔ چونکہ فقہ حنفی کی رو سے جنسی صحبت دخول سے نہیں بلکہ فرج کی حرارت محسوس ہونے پر واقع ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ایک کنواری لڑکی سے کنڈوم پہن کر ہزار بار بھی صحبت کی جائے تو وہ کنواری ہی رہے گی۔
احناف کے نزدیک مذکورہ عمل مباشرت ہے ہی نہیں اس لئے یہ پورے مزے لینے کے بعد بھی مکر جاتے ہیں کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ گویا کہ احناف کی طرف سے یہ اپنے ماننے والوں کے لئے مزے کا لامحدود پیکج ہے۔

آل تقلید کو اہل حدیثوں سے عمومی شکایت یہ رہتی ہے کہ وہ انکے اماموں کی فقاہت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس میں سو طرح کے کیڑے نکال کر انہیں غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ درحقیقت ائمہ احناف کے سب سے بڑے نقاد ہی کتاب و سنت کے یہ حاملین ہیں۔ لیکن راقم الحروف مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھنے کے باوجود بھی کھلے دل سے حنفی اماموں کی فقاہت کو تسلیم کرتا ہے لیکن قرآن و حدیث میں نہیں کیونکہ کلام اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ بوجھ تو انہیں چھو کر بھی نہیں گزری۔ بلکہ جنسی معاملات میں ان کی بے مثال فقاہت کو تسلیم کرنے پر راقم خود کو مجبور و بے بس پاتا ہے اور اس حقیقت کے اعتراف میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ ائمہ احناف دنیائے جنس کے ایسے بلاشرکت غیرے حکمران ہیں جنکی حکمرانی کو ماضی یا حال میں کوئی چیلنج نہیں کرسکا بلکہ اپنے کیا غیر سب ہی جنس کے باب میں انہیں کی خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لیں کہ اہل مغرب نے کنڈوم کو پہلی مرتبہ انیسویں صدی میں ایجاد کیا جبکہ حنفی فقہاء نے اس سے کئی صدیوں قبل ہی انسانوں کو عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر

استعمال کرنے کا راستہ دکھا کر اس ولائتی کنڈوم کا تصور پیش کر دیا تھا۔

جاری بحث کی مناسبت اور قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے عرض ہے کہ جب غیر منقسم ہندوستان کے لوگ کنڈوم کے استعمال اور تصور سے نا آشنا تھے تو 1920 میں لکھی جانے والی عظیم کتاب کوک شاستر کے مصنف شریمان پنڈت کوکا رام بہت دلچسپ پیرائے میں کنڈوم کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اگر کوئی عورت جس کو آتشک یا سوزاک ہو چکا ہو۔ یا ہوا ہو۔ اور وہ پلے ہی پڑ جاوے۔ تو بہتر یہی ہے کہ پہلے اس کی مرض کا علاج کر کے مرض کو دور کریں۔ پھر گرہست کا آنند لیں۔ اگر کوئی موقع ایسا بن بھی جاوے کہ عورت حیض والی ہے یا سوزاک یا آتشک نے اس کو اپنا مریض بنا رکھا ہے۔ اور آدمی کا دل اس پر آ جاوے۔ تو بہتر ہے کہ پرہیز کرے۔ اگر لاچار ہو کر پرہیز نہ کر سکے تو ہمارے ہاں سے ایک ربڑ کا تھیلا ملتا ہے۔ جو چڑھا کر آنند لے۔ اس سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ یہ تھیلا ولائت سے بنوا کر منگوایا گیا ہے۔ (کوک شاستر، صفحہ 82)

موجودہ بے عمل مسلمانوں کی اکثریت اول تو روزہ ہی نہیں رکھتی اور جو رکھتے ہیں وہ بھی ٹائم پاس کے لئے ٹی وی، سوشل میڈیا، موبائل اور ویڈیو گیمز وغیرہ جیسی مصروفیات کے ذریعے روزہ رکھنے سے زیادہ گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں سے بے شمار لوگوں کو نہیں معلوم کہ جنس کے پجاریوں نے عضو تناسل کی مدد سے ایسے بامزہ حل پیش کئے ہیں جو موجودہ دور میں روبہ عمل طریقوں سے نہ صرف ہزار گناہ مزیدار اور بہتر ہیں بلکہ روزہ بھی نہیں ٹوٹنے دیتے۔ لیجئے ملاحظہ کریں: مفتی محمد عبید اللہ لکھتے ہیں: کتاب الصیام کے ان نو فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ عورت سے مساس کے بعد اگر انزال ہو جائے یا چارپائے کی شرمگاہ چھونے سے انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اسی طرح چارپائے سے جماع کرے مگر انزال تک نوبت نہ پہنچے یا مردہ عورت سے جماع کرے مگر انزال نہ ہو یا زندہ عورت کی فرج کے باہر جماع کرے مگر انزال نہ نوبت نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹتا... اور اسی طرح اگر عورت کی شرمگاہ کو بار بار دیکھنے سے انزال ہو جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بحوالہ فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ 29، 30)

ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا والی مثال یہاں بالکل فٹ بیٹھتی ہے ان طریقوں پر عمل پیرا ہو کر حنفی کو اتنا مزہ حاصل ہوگا کہ وہ ٹائم پاس کرنے کے رائج الوقت تمام جدید طریقوں کو بھول جائے گا اور اسے روزہ گزرنے کا احساس تک بھی نہ ہوگا پھر گرمی بھی شدید سے شدید ہو تو کسی کافر کو کوئی پرواہ نہیں۔

حنفی فقہاء نے اپنے مقلدین کو حج کے موقع پر بھی جنسی لذت و مزے کے بھرپور مواقعوں کے ذریعے بہرہ مند کرنے کا پورا پورا بندوبست کیا ہے۔ مفتی عبید اللہ، حنفی فقہاء کے اقوال نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: جماع جو فرج سے باہر ہو اور مساس اور شہوت سے بوسہ حج اور عمرے کو فاسد نہیں کرتا۔
کسی چوپائے جانور کے دخول کر دے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن انزال ہو گیا تو قربانی واجب ہوگی اور اس کا حج اور عمرہ فاسد نہ ہوگا۔
اگر عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھا اور انزال ہو گیا تو کچھ واجب نہ ہوگا۔
اگر ہاتھ کے عمل (مشت زنی) سے منی نکالنے کا ارادہ کیا اور انزال ہو گیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی لازم ہوگی یعنی حج فاسد نہیں ہوگا۔
اگر پورے طواف زیارت (فرض) یا نصف سے زیادہ کے بعد مجامعت کی تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ (بحوالہ فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ 32، 33)

خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مرد اپنا ذکر اپنی بیوی کے منہ میں داخل کرے ایک قول یہ ہے کہ مکروہ ہے ایک قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ 96)
اگر کوئی نادان Blowjob کو خالص مغرب سے آنے والی سوغات سمجھتا ہے تو یہ اسکی نادانی اور ناواقفی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنسی اور صنعتی

انقلاب سے قبل مغرب میں میاں بیوی کے مابین جنسی عمل کے ذریعے لذت کا حصول گناہ تصور کیا جاتا تھا۔عیسائیت میں شادی اور پھر مباشرت کا واحد مقصد بچے پیدا کرنا تھا۔حتی کہ بچے کی پیدائش کی خاطر کئے جانے والے جنسی عمل میں بھی میاں بیوی کو ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ جنسی تلذز کی طرف دھیان نہ دیں بلکہ اسے برا جانیں۔اس لئے بچے کے علاوہ کسی اور مقصد جیسے جنسی حظ یا مزے کے لئے شوہر اور بیوی کے درمیان ملاپ قابل عار سمجھا جاتا تھا۔ڈاکٹر محمد آفتاب خان رقمطراز ہیں: وکٹورین عہد میں ایک شریف آدمی کے اعلیٰ کریکٹر کی یہ دلیل سمجھی جاتی تھی کہ وہ نہ صرف شادی سے باہر کسی قسم کا کوئی جنسی فعل سرانجام نہیں دے گا بلکہ شادی کی صورت میں بھی میاں بیوی شرم وحیا کے تقاضوں کا خیال رکھیں گے۔میاں بیوی کے درمیان جنسی ملاپ کو دونوں فریق (شوہر یا بیوی) حصول لذت کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے بالخصوص عورت کے لیے اس کا حصول یا اس کا اظہار ایک بہت معیوب بات سمجھی جاتی تھی۔ چرچ کی تعلیمات کے تحت میاں بیوی کے درمیان بغیر حصول لذت،صرف اولاد پیدا کرنے کے لیے اختلاط جنسی (مباشرت) کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ چرچ کے مذہبی عہدیداروں کے لیے حالت تنہائی میں اپنی بیویوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہ تھی۔مختصراً یہ کہ بیسویں صدی کے آغاز تک جنسیت بنیادی طور پر ایک برا کام (گناہ) سمجھا جاتا تھا۔(جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں،صفحہ 145)

پس یہ طے ہے کہ اس دور میں Blowjob کا تصور اہل مغرب کے ذہن کے کسی گوشہ میں تو دور حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا۔اس لئے ثابت ہوا کہ صدیوں پہلے منہ کے ذریعے جنسی لذت حاصل کرنے کا تصور حنفی فقہاء کا ہی عطا کردہ ہے۔خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ کا بھی یہی خیال ہے چنانچہ اس حوالے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میرا خیال ہے بلیو پرنٹس والوں نے انہی کتابوں سے مدد لی ہے۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر،صفحہ 96)

امامت جیسے معزز اور مقدس کام میں بھی احناف نے شرمگاہ کے سائز کی شرط لگا کر عضو تناسل کو ایک اہم کردار عطا کیا ہے۔اب عضو تناسل کی جانچ پڑتال کئے بغیر امام کا انتخاب بھی عمل میں نہیں آسکتا۔خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ قمطراز ہیں: امامت کا اولین حق دار وہ ہے جو نماز کے احکام کو زیادہ سمجھتا ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو قرآن کو زیادہ سمجھتا ہو،پھر وہ جو سب سے پرہیز گار ہو،پھر وہ جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو،پھر وہ جو زیادہ اخلاق والا ہو،پھر وہ جو زیادہ خوبصورت ہو۔درمختار ج ا ص ۴۲ میں آگے لکھا ہے: **ثم الانظف ثوبا ثم الاحسن زوجة ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا**۔پھر وہ جو زیادہ خوش لباس ہو پھر وہ جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو پھر وہ جس کا سر دوسروں سے بڑا ہو اور آلہ تناسل دوسروں سے چھوٹا ہو۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر،صفحہ 26،27)

امامت کی اہلیت کے لئے امیدوار کی بیوی کے خوبصورت ہونے کی شرط شاید اس لئے لگائی گئی ہے کہ جب امام کی بیوی زیادہ خوبصورت ہوگی تو اس کے شر سے دوسروں کی بہن،بیٹیاں اور بیویاں زیادہ محفوظ ہوں گی اور امام کے سر کا دوسروں کے مقابلے میں بڑا ہونے کی قید شاید اس محاورے کی بنا پر ہو: سر بڑا سردار کا پاؤں بڑا گنوار کا۔چونکہ امام بھی ایک طرح سے سردار جیسا ہی ہوتا ہے اور بڑا سر سرداری کا علامت اور فخر ہے اس لئے امام کے لئے بڑے سر والا ہونا ضروری خیال کیا گیا ہو۔اور امام کا آلہ تناسل مقتدیوں سے چھوٹا ہونے کی شرط شاید اس بنا پر ہو کہ امام نے نماز پڑھانے کے علاوہ مقتدیوں کو جنسی طور پر بھی مطمئن کرنا ہو لہٰذا اگر اس صورت میں امام کا ذکر چھوٹا ہوگا تو مقتدی کسی بھی دقت یا پریشانی کا شکار ہوئے بغیر اسے باآسانی اپنی دبر میں لے سکے گا کیونکہ بڑا ذکر باعث تکلیف ہوتا ہے اور ہر آدمی اسے لے بھی نہیں سکتا اس لئے تمام مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے فقہاء نے فیصلہ کیا کہ عضو تناسل کا حجم کم ہونا چاہیے تاکہ کوئی مقتدی استفادہ کے بغیر نہ رہ سکے۔غالباً یہ ہم جنس پرستوں کی مسجد کی بات ہو رہی ہے کیونکہ حنفی فقہاء تو جنت میں بھی ہم جنس پرستی کے خواب دیکھتے ہیں تو پھر یہ فعل لوط مسجد میں کیوں نہیں؟!

انسانوں میں تو ہم جنس پرست دیکھے اور سنے تھے لیکن احناف کے تو جانور بھی ہم جنس پرست ہیں۔فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے: اگر ایک گدھا خریدا اور چند گدھے اس پر چڑھے اور جفتی کھائی تو کیا یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہوسکتا ہے حکایت کیا گیا ہے کہ یہ صورت بخارا میں واقع ہوئی تھی اور جب فتویٰ طلب کیا گیا تو اس زمانہ کے مفتیوں کا جواب متفق نہ ہوا اور قاضی امام عبدالملک حسین نسفی نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اس گدھے کے مجبور

ہونے کی حالت میں ان گدھوں نے اس کے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہیں ہے اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے ان گدھوں کو دے دیا تو یہ عیب ہے پھر اس جواب پر سب مفتی متفق ہو گئے۔ (فتاویٰ عالمگیری، جلد 4، صفحہ 304)

اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مظلوم گدھا اپنے ساتھ ہونے والی اجتماعی زیادتی پر ناراض تھا یا راضی؟ بہرحال یہ جاننا تو ازحد ضروری ہے کیونکہ گدھے کے عیب دار یا بے عیب ہونے کا دارومدار گدھے کی ناراضی اور رضا پر ہی موقوف ہے۔ یقیناً ان گدھوں (حنفی فقہاء) کے پاس گدھے کی رضا معلوم کرنے کا کوئی طریقہ ہوگا جبھی تو انہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ گدھے کے راضی بہ رضا ہونے کی صورت میں یہ بات تو بہرکیف ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ مفعولی گدھا عادی ہم جنس پرست تھا اور گدھوں کا اجتماعی طور پر اس گدھے سے بدفعلی کرنا یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ گدھوں کا یہ پورا گروہ ہی لوطی تھا۔

یہ بات سچ ہے کہ اکثر جانوروں حتی کہ کیڑوں میں بھی ہم جنس پرستی پائی جاتی ہے لیکن نر جانوروں میں یہ فعل اتفاقی طور پر رونما ہوتا ہے (کیونکہ یہ انکی فطرت نہیں ہے) وہ بھی انفرادی طور پر جبکہ اجتماعی ہم جنس پرستی کی مثال فقہ حنفی کے گدھوں کے علاوہ کہیں پائی نہیں جاتی۔ ہاتھیوں، شیروں، گدھوں، گھوڑوں ریچھوں، زرافوں، کتوں، بکروں، بندروں، بارہ سنگھوں وغیرہ میں ہم جنس پرستی کے تصویری ثبوت انٹرنیٹ پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ ایک نر جانور اپنے جیسے ہی دوسرے نر جانور کے ساتھ جنسی طور پر ملوث ہو بلکہ ایک نر کسی اور نر جانور کے ساتھ بھی جفتی کر سکتا ہے جیسے ہرن کتے کے ساتھ، گھوڑا گدھے کے ساتھ، زرافہ گدھے کے ساتھ، زرافہ زیبرا کے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔

جانوروں کو ہم جنس پرست سے زیادہ Bisexual قرار دینا زیادہ قرین انصاف ہے۔ بائی سیکچوئل کے معنی سمجھنے کے لئے مغرب نے جنسی لحاظ سے انسانوں کی جو تقسیم کی ہے ان اصلاحات کو جاننا ضروری ہے۔ چنانچہ جنسی لحاظ سے جو انسان فطرت پر قائم ہوں انہیں Heterosexual کہا جاتا ہے یعنی وہ مرد جو جنسی لحاظ سے صرف عورتوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور وہ عورتیں جو جنسی طور پر صرف مردوں کی جانب لگاؤ اور کھنچاؤ محسوس کرتی ہیں ایسی قسم کے مردوں اور عورتوں کو Strait بھی کہا جاتا ہے۔ اسکے بعد جو لوگ ہم جنس پرست ہوں انہیں Homosexual کہا جاتا ہے۔ ہوموسیکچوئل کی مردوں اور عورتوں کے لحاظ سے مزید دو اقسام ہیں مردوں کے ساتھ جنسی مراسم رکھنے والے مرد Gay اور عورتوں کی جانب جنسی میلان رکھنے والی عورتیں Lesbian کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد Bisexual کی باری آتی ہے یعنی ایسے مرد جو بیک وقت عورتوں اور مردوں دونوں سے جنسی تعلقات کے خواہاں ہوتے ہیں اور ایسی عورتیں جو مردوں سے جنسی تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ عورتوں میں بھی جنسی دلچسپی کا اظہار کرتی ہیں۔ ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے بائی سیکچوئل کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ نر جانور اور کیڑے عموماً مادہ سے تعلق رکھنے کے ساتھ کبھی کبھی یا اکثر نر سے بھی جنسی تعلق قائم کر لیتے ہیں اسی طرح بعض مادہ جانور بھی ایسی ہوتی ہیں جو نر سے جنسی مراسم رکھنے کے ساتھ مادہ جانور سے بھی جنسی تعلق قائم کر لیتی ہیں۔ جیسے بندر کی بعض اقسام کہ جس میں ایک بندریا دوسری بندریا کے جنسی اعضاء کو اپنے ہاتھوں سے رگڑ رگڑ کر اسکی جنسی تسکین کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔ اس لئے یہ جانور Bisexual ہیں۔

زمانہ قدیم میں بطور فیشن جو کچھ معاشرے میں رائج تھا اس میں خوبصورتی کے لئے جسم کو گدوانا بھی شامل تھا۔ یہ ایک ایسا تکلیف دہ عمل ہے کہ جس میں جسم کے مختلف حصوں میں سوئی سے باریک باریک سوراخ کرکے اس میں سرمہ بھرا جاتا ہے۔ اس عمل کے ذریعے جسم پر ہمیشہ قائم رہنے والے نقش ونگار اور نام وغیرہ کھدوائے جاتے تھے۔ پرانے وقتوں کا یہی فیشن اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ اب جدید ترین اور انتہائی ترقی یافتہ شکل میں موجود ہے جو Tatto کے نام سے معروف ہے۔ پہلے چونکہ جسم کی گدوائی میں سرمہ بھرا جاتا تھا اس لئے ٹیٹو کا رنگ ایک ہی یعنی سبز ہوتا تھا اسکے علاوہ ٹیٹو کے ڈیزائن میں بھی مہارت نہیں تھی عموماً آسان سے نقش ونگار جیسے پھول بوٹے یا صرف نام ہی تحریر کئے جاتے تھے۔ لیکن اب تو جسم گدوائی کا یہ عمل مختلف خوشنما رنگوں سے سرانجام پا رہا ہے۔ ڈیزائن میں مہارت بھی حیران کر دینے والی ہے۔ آج پیچیدہ نقش، تصاویر، مناظر اور مختلف تحریروں

سے انسانی اجسام کے مختلف حصے مزین ہیں جو ماضی میں انسانی تصور سے بھی باہر تھا۔قدیم دور کے علاوہ زمانہ قریب کا انسان بھی ٹیٹو عام طور پر جسم کے ظاہری حصوں جیسے بازو، کلائی، ماتھا، تھوڑی اور گلے وغیرہ پر کدھواتا تھا لیکن آج تو جسم کے ظاہری حصوں کے ساتھ ساتھ کوئی پوشیدہ حصہ بھی ٹیٹو جیسی زینت سے محروم نہیں ہے۔ پیٹ، ران، ناف، کمر، کمر سے نیچے اور کولہوں تک پر یہ عمل کروایا جار ہا ہے۔اس بحث میں ہمارے موضوع سے متعلق بات یہ ہے ٹیٹو کے خبط میں مبتلا لوگوں نے عضو تناسل کو بھی معاف نہیں کیا اور آلہ تناسل کو گدوا کر اس پر نہایت دلچسپ تصاویر اور نقش و نگار بنوانے کا رجحان ترقی پا رہا ہے۔مثال کے طور پر عضو تناسل کے دونوں جانب اوپر کی طرف ہاتھی کے بڑے کان اور درمیان میں آنکھیں بنائی جاتی ہیں اور عضو مخصوصہ سمیت اس پورے حصے کو ہاتھی کی جلد کا رنگ دینے پر عضو تناسل خود بخود ہاتھی کی سونڈ کا منظر پیش کرنے لگتا ہے اور یوں مجموعی طور پر عضو تناسل ہاتھی کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اسی طرح عضو تناسل پر اس طرح انسانی کارٹون کی تصویر بنائی جاتی ہے کہ عضو تناسل انسانی ناک کی جگہ لٹک رہا ہوتا ہے اور یوں دیکھنے پر آلہ تناسل ایک انسانی کارٹون کا چہرہ نظر آتا ہے۔اس کے لئے penile tattoos یعنی عضو تناسل کے ٹیٹوز یا عضو تناسل سے متعلق ٹیٹوز کی خاص اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

اہل مغرب فیشن کے ایسے دلدادہ واقع ہوئے ہیں کہ اپنے جسم کے دیگر اعضاء کے ساتھ عضو تناسل کے بناؤ سنگھار کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔اس مقصد کے تحت عضو تناسل کو مزید جاذب نظر بنانے کے لئے اسے رنگ برنگے اور مختلف دھاتوں، ربڑ، چمڑے اور پلاسٹک سے بنے نت نئے ڈیزائن کے حامل چھلوں یا کڑوں سے زینت بخشی جاتی ہے۔ چنانچہ Penis Rings یا Cock Rings ایسے چھلے یا کڑے ہیں جو عضو تناسل اور فوطوں پر بیک وقت پہنے جاتے ہیں۔ان کو پہننے کا بنیادی مقصد عضو تناسل کی تناؤ کی حالت کو بڑھانا یا تادیر قائم رکھنا ہے۔عضو تناسل کے تناؤ کا اصل ذمہ دار خون ہے جب یہ خون شریانوں کے ذریعہ عضو تناسل میں جمع ہو جاتا ہے تو عضو تناسل تن جاتا ہے۔ڈاکٹر سعدیہ عامر دیوان رقم طراز ہیں:
عضو تناسل کا اندرونی حصہ تین خالی خانوں (Chambers) پر مشتمل ہوتا ہے جو اسفنج نما ٹشو کے بنے ہوتے ہیں۔جب جماع کا ارادہ ہو تو عضو تناسل میں خون کا بہاؤ زیادہ ہو جاتا ہے اور اسفنج نما خانوں میں موجود خلا خون سے بھر جاتا ہے جس کی وجہ سے عضو تناسل میں سختی اور تناؤ پیدا ہوتا ہے۔(بلوغت کے مسائل، صفحہ 79)
یہ چھلے دراصل اس جمع شدہ خون کو تھوڑی دیر کے لئے عضو تناسل میں روک لیتے ہیں اس طرح کہ خون کی واپسی کی رفتار کو سست کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے لمبا تناؤ حاصل ہو جاتا ہے۔اگرچہ تناؤ کو بڑھانے کا یہ مقصد ایک سادہ چھلے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن مغرب میں عضو تناسل پر پہنے جانے والے ان چھلوں کی مخصوص اور مختص دکانوں کا پایا جانا اور انکا ایسے چھلوں اور کڑوں کی ورائٹی سے بھرا ہونا بتاتا ہے کہ اصل مقصد کے ساتھ ساتھ یہ چھلے عضو تناسل کی آرائش و زیبائش کا کام بھی دیتے ہیں۔

جب بات عضو تناسل کے سولہ سنگھار کی چل رہی ہے تو عرض ہے کہ اس سلسلے میں دیگر کئی چیزیں بھی مروج ہیں جن کے ذریعہ آلہ تناسل کے حسن کو دو آتشہ کیا جاتا ہے۔فی زمانہ جس طرح خوبصورتی کے لئے کان، ناک، ابرو، بھٹنی، ناف کے گڑھے میں مخصوص دھات کی بالیاں اور موتیاں پہننے کا رواج ہے اس سے آلہ تناسل کو بھی محروم نہیں رکھا گیا اور عضو تناسل کی کھال کو چھید کر اس میں بالیاں اور موتیاں پہنی جاتی ہیں اسکے ساتھ یہ عمل خصیوں اور حشفہ کے سوراخ کے ساتھ بھی دہرایا جاتا ہے تاکہ عضو تناسل زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت نظر آئے۔سپاری، خصیے اور آلہ تناسل پر پہنے جانی والی ان بالیوں اور موتیوں کی تعداد پر بھی کوئی پابندی عائد نہیں بلکہ یہ عضو تناسل کے مالک کی خواہش پر منحصر ہے۔بعض مردوں کا عضو تناسل خصیوں سمیت موتیوں اور بالیوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔اتنے ہار سنگھار کے بعد تو عضو تناسل کو دیکھ کر بھی چشم بد دور کہنے کو دل چاہتا ہے۔ایک پنتھ دو کاج والے محاورے کے مطابق یہ بالیاں اور موتیاں محض زینت اور آرائش کا کام ہی نہیں دیتیں بلکہ آلہ تناسل کو منہ میں لینے اور چوسنے اسکے علاوہ مجامعت کے دوران انکے شرمگاہ سے ٹکرانے پر ایک مخصوص لذت حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے عضوتناسل پرلوگوں کاظلم ملاحظہ فرمایا کہ بیچارے کواسکے فطری کام تک محدودنہیں رہنے دیا بلکہ ذاتی دل لگی،مزے اورتفریح کے لئے اسکوتختہ مشق بناکراس سے زبردستی انواع واقسام کے کام لئے۔راقم الحروف عضوتناسل پر جہلاء اورظالمان کی جانب سے اس ظلم عظیم پر بہت افسوس اور ہمدردی محسوس کرتاہے اگرچہ آج وہ اپنے ساتھ ہونے والے اس ظلم پرصدااحتجاج بلندنہیں کرسکتالیکن ایک دن ایسا آنے والاہے جب اسے بھی دیگر اعضاء کی طرح زبان عطا کی جائے گی تب وہ اپنے ساتھ روارکھے جانے والے غیرفطری سلوک کی دہائی دے گا۔آج لوگوں کوڈرنا چاہیے کہ کہیں بروزقیامت عضوتناسل کے ہاتھوں ہی نہ دھرلئے جائیں۔

عضوتناسل کادکھ ودردمحسوس کرتے ہوئے راقم صوفیوں اورکفار سے ملتجی ہے کہ خدارا آلہ تناسل جس مقصد کے تحت تخلیق کیا گیا ہے اسے صرف اسی کام کے لئے زحمت دیں اوراس سے غیرفطری کام لےکراسے دنیامیں تماشہ نہ بنائیں۔عضوتناسل کاایک ہی مقصد تخلیق ہے جواسکے نام سے ظاہر ہےاوراس کے مخصوص فعل کومدنظررکھتے ہوئے ہی اسے ''عضوتناسل'' کا نام دیا گیا ہےیعنی وہ عضویا آلہ جس سے انسانی تولدوتناسل کا کام لیاجاتا ہے۔لیکن لوگوں نے اس عضوپرطبع آزمائی کرکے اسے اپنے ہنرآزمانے کاایک واسطہ بنایاہےاوراسے اسکے اصل اورفطری فعل پرقائم نہیں رہنے دیاتو اصولاً پھراسکانام بھی تبدیل ہوناچاہیے۔

یادرکھیں کہ آلہ تناسل کاہرگزیہ مصرف نہیں ہے کہ حضرت انسان اسے سجانے،سنوارنے نکھارنے اور بالباسی کے ذریعے اپنے فن ومہارت کا اظہار کرکےلوگوں کی دادوتحسین کامتمنی ہو۔لیکن کیا کیجئے کہ مغرب میں توگنگاہی الٹی بہتی ہے وہاں توبنی آدم نے فطرت سے بغاوت کاتہیہ کیا ہوا ہے ایک جانب انسان کوبرہنہ کرکے اسکی کھال کوقدرتی لباس قراردیاجارہاہےاوردوسری جانب جوفطرتاًبرہنہ ہے اسے کپڑے پہناکراسکے حسن کودوچند کیاجارہاہےحالانکہ اس کاساراحسن وجمال ہی بےلباسی اوربرہنگی میں ہے۔

ہم اپنےمضمون کااختتام ڈاکٹرمحمد آفتاب صاحب کےاس فکرانگیزاقتباس پرکرتے ہیں:

قرآن کریم کی نظرمیں انسان کےجسم کاہرعضواورتمام جسم انسان کے پاس اللہ کی ایک امانت ہےاورجسم کے ہرعضوکاانسان پر یہ حق ہے کہ اسے اس مقصد کے لئے استعمال کیاجائے جوشارع قانون یعنی اللہ نےاس کے لئے متعین کیاہے۔ایک انسان جواپنی شہوانی قوت کوزناکرنے میں استعمال کررہاہے یاایساشخص جوتنہائی میں مشت زنی میں مبتلاہے،وہ ایک ایسا کام کررہاہےجس کے لئے اس کے ہاتھ یاجنسی اعضاءنہیں بنائے گئے اور یوں قیامت کےروزیہ اعضاءاللہ کےحضوراس شخص کےخلاف استغاثہ کریں گے۔قرآن کریم کی سورہ بنی اسرائیل(۳۶:۱۷)میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یقیناً آنکھ،کان اوردل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔''

اسی طرح سورہ النور(۲۴:۲۴)میں یہ فرمایا: ''وہ اس دن کوبھول نہ جائیں جبکہ ان کی اپنی زبانیں اوران کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔''

ان تمام آیات سے یہ معلوم ہوتاہے کہ اگرکوئی شخص اپنے جسمانی اعضاءسےغلط کام لےرہاہےتووہ درحقیقت ان اعضا کی حق تلفی کامرتکب ہورہاہوتا ہے۔(جنس اورجنسیت اسلامی تناظرمیں،صفحہ 168,167)

آغاز: 05-04-2019

اختتام: 22-07-2019

کتابیات

۱۔ جامع کرامات اولیاء (جلد دوم)، تالیف: الامام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی، مترجم: پروفیسر سید محمد ذاکر شاہ چشتی سیالوی، طبع: ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی، لاہور، پاکستان

۲۔ wikipedia.org

۳۔ اردو ترجمہ درمختار الموسوم بہ غایۃ الاوطار، مترجم مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی، ناشر ایچ۔ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی

۴۔ فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، تالیف: مفتی محمد عبید اللہ خان، ناشر: مکتبہ عزیزیہ جامع مسجد قدس، لاہور

۵۔ فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، تالیف: خواجہ محمد قاسم، ناشر: آزاد بک ہاؤس

۶۔ فتاویٰ عالمگیری (جدید اردو)، مترجم: مولانا سید امیر علی، تسہیل و عنوانات: مولانا ابو عبید اللہ، ناشر: مکتبہ رحمانیہ

۷۔ بلوغت کے مسائل اسلام اور جدید میڈیکل سائنس کی روشنی میں مکمل رہنمائی، تالیف: ام عبداللہ سعدیہ عامر دیوان، ناشر: دارلسلام، لاہور

۸۔ جنس اور جنسیت اسلامی تناظر میں، مصنف: ڈاکٹر محمد آفتاب خان، ناشر: نشریات، اردو بازار، لاہور

۹۔ کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی مرہون منت ہے؟، تالیف: غازی عزیر، ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، انڈیا

۱۰۔ مذہبی و سیاسی باوے، تالیف: مولانا امیر حمزہ، ناشر: دارالاندلس، لاہور

۱۱۔ ہندو کا ہمدرد، تالیف: مولانا امیر حمزہ، ناشر: دارالاندلس، لاہور

۱۲۔ علم الفقہ (اردو)، تسہیل و ترتیب: مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی، ناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

۱۳۔ ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء، جمع و ترتیب: مولانا اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبۃ الحسن

۱۴۔ آسمانی جنت اور درباری جہنم، تالیف: مولانا امیر حمزہ، ناشر: دارالاندلس، لاہور

۱۵۔ ملفوظات حکیم الامت، صاحب ملفوظ: مولانا اشرف علی تھانوی، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

۱۶۔ مثنوی مولوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح کلید مثنوی، مترجم و شارح: مولانا اشرف علی تھانوی، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

۱۷۔ بہشتی زیور، مولف: مولانا اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ امدادیہ، ملتان

۱۸۔ روزنامہ اردو اخبار ''دنیا'' کراچی

۱۹۔ کوک شاستر با تصویر، مصنف: (شریمان پنڈت کوکا رام) کوکا پنڈت، ناشر: پریم لال بک سنٹر، دریا گنج، نئی دہلی